علمائے دیوبند پر چالیس اعتراضات کے محقق جوابات

جوابِ حاضر ہے

حسبِ حکم

حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مدظلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

پسند فرمودہ

امام المنطق والفلسفہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بستوی

استاذ تفسیر و سرپرست شعبۂ مناظرہ دارالعلوم دیوبند

مرتب

نظام الدین امروہوی

ناظم شعبۂ مناظرہ دارالعلوم دیوبند

ساجد خان نقشبندی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علمائے دیوبند پر چالیس اعتراضات کے محقق جوابات

ساجد

جواب حاضر ہے

حسب حکم

حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم دیوبند

پسند فرمودہ

امام المنطق والفلسفہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بستوی

استاذ تفسیر وسرپرست شعبۂ مناظرہ دارالعلوم دیوبند

مرتب

نظام الدین امروہوی

ناظم شعبۂ مناظرہ دارالعلوم دیوبند

تفصیلات

نام کتاب : جواب حاضر ہے

مرتب : نظام الدین امروہوی ناظم شعبۂ مناظرہ دار العلوم دیوبند

صفحات : ۸۸

کمپیوٹر کتابت : ضیا کمپیوٹر سینٹر محلہ بڑضیاء الحق دیوبند Mo:9528880164

تعداد : گیارہ سو (۱۱۰۰)

ناشر : مکتبہ دار العلوم دیوبند ضلع سہارن پور (یوپی) انڈیا

ملنے کا پتہ

مکتبہ دار العلوم دیوبند ضلع سہارن پور (یوپی) انڈیا

انتساب

مادر علمی دار العلوم دیوبند

اور

مشفق ومربی حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی صاحب ظفرؔ بجنوری زیدت معالیہم

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

کے نام

فہرست

باب دوم: فرقۂ رضاخانیت کے گستاخانہ عقائد

باسمہ تعالیٰ

ابتدائیہ

از: حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی

مہتمم دارالعلوم دیوبند

چند ماہ قبل دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور ذمہ دار اساتذۂ کرام کے نام ایک خط موصول ہوا، جس پر اکابر علمائے دیوبند کی کتابوں کے حوالہ سے ان الزامات کا اعادہ کیا گیا تھا جو رضا خانی فرقہ کی طرف سے علماء دیوبند کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں اور جن کے جوابات بار بار تحریزا وتقریزا دیئے جا چکے ہیں، اور ان مسائل پر مستقل کتابیں تصنیف کی جا چکی ہیں، حتی کہ ان الزامات میں جو عقائد علماء دیوبند کی طرف منسوب کیے گیے ہیں ان کے بارے میں یہ وضاحت کی جا چکی ہے، کہ ایسا عقیدہ رکھنے والے کو ہم خود گمراہ اور اس طرح کے عقائد کے حاملین کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں، اس لیے نہ یہ ہمارے عقائد ہیں، نہ ان کا وہم ہمارے دل ودماغ میں گذرا ہے، اس کے باوجود یہ فرقہ اپنا پرانا راگ برابرالاپ رہا ہے۔

تازہ سوال نامہ میں اسی نوع کے ۴۰ سوالات ہیں، دارالعلوم دیوبند میں

قائم شعبۂ مناظرہ (انجمن تقویۃ الاسلام) کے سرپرست حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند کی زیر نگرانی شعبۂ مناظرہ سے متعلق ایک باصلاحیت فاضل عزیزم مولوی نظام الدین امروہوی نے ان سوالات کے مکمل جوابات تحریر کیے ہیں جن میں ان الزامات کی حقیقت آشکارا کرتے ہوئے الزامات عائد کرنے میں جو دجل وفریب سے کام لیا گیا ہے اسے بھی واضح کر دیا ہے سوال کا ہر جواب مکمل اور مدلل ہے، ساتھ ہی رضاخانیوں کے عقائد اور ان کی گمراہیوں اور گستاخیوں سے بھی تھوڑا سا پردہ اٹھایا گیا ہے، تا کہ رضاخانی اس آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھنے کی زحمت کریں۔

چونکہ الزام تراشیوں کا یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سوال وجواب کے اس مجموعہ کو شائع کر دیا جائے تا کہ اس سے استفادہ عام ہو سکے۔

اللہ تعالی اس خدمت کو قبول فرمائے اور امت کی اصلاح اور ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

(حضرت مولانا) ابوالقاسم نعمانی..........

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۲۴ رشعبان المعظم ۱۴۳۴ھ بروز جمعرات

تقریظ

حضرت اقدس مولانا ریاست علی صاحب ظفرؔ بجنوری دامت برکاتہم العالیہ

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند میں فرق باطلہ کے غلط نظریات سے واقفیت اور ان کی تردید کے لیے شعبۂ مناظرہ کی ایک انجمن تقویۃ الاسلام کے نام سے قائم ہے جس کے زیر انتظام طلبہ اپنے دین صحیح کی ترجمانی اور غلط نظریات کی تردید کی مشق وتمرین کے لیے مختلف موضوعات پر مجلس مناظرہ منعقد کرتے ہیں۔

سال رواں میں چند ماہ قبل انٹرنیٹ کے ذریعہ جدہ سے دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور چند اساتذہ کے نام چالیس سوالات پر مشتمل ایک ''سوال نامہ'' دفتر اہتمام میں وصول ہوا جس میں اکثر انہیں سوالات کا اعادہ کیا گیا تھا جن کے جوابات اکابر علماء دیوبند کی جانب سے بارہا دیئے جا چکے ہیں، اور جن کی صحت وصداقت مسلم ہے جبکہ مذکورہ ''سوال نامہ'' میں چند نئے تحقیق طلب سوالات بھی تھے مثلاً تفسیر بلغۃ الحیر ان کے حوالہ سے ایک عبارت قید تحریر میں لائی گئی تھی کہ'' نبی کو طاغوت (شیطان) بولنا جائز ہے'' (نعوذ باللہ من ذلک) حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے حوالہ سے'' آب حیات'' کی ایک عبارت نقل کی گئی تھی کہ ''جو خصوصیت نبی کی ہے وہی دجال کی ہے'' (استغفر اللہ) اور'' تصفیۃ العقائد'' نامی کتاب کے حوالہ سے ایک اور عبارت نقل کی گئی تھی کہ'' نبی کا ہر جھوٹ سے پاک ومعصوم ہونا ضروری

نہیں"(نعوذ باللہ من ذلک) وغیرہ وغیرہ۔

حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم نے یہ "سوال نامہ" انجمن "تقویۃ الاسلام" کے سرپرست حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہ کے نام ارسال کیا اور یہ لکھا کہ ان اعتراضات کے جوابات لکھنے کے لیے کسی شریک مناظرہ طالب علم کو منتخب فرمائیں اور جوابات سے انہیں مطلع کردیں۔

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب زید مجدہ نے یہ ذمہ داری عزیزم نظام الدین امروہوی سلمہ سے متعلق کی، جنہوں نے دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد سال رواں میں دارالافتاء سے سند حاصل کی ہے اور وہ ایک ذوق سلیم رکھنے والے جیدالاستعداد طالب علم رہے ہیں عزیز موصوف نے مستند اور قابل اعتبار تحریروں سے ان کے نہایت صحیح اور شاندار جوابات مرتب کیے ہیں جو ہدیۂ ناظرین ہیں البتہ جوابات میں کہیں کہیں سخت لہجہ ہوگیا ہے اور یہ مناظرانہ رنگ کی بات ہے اللہ معاف فرمائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب مسلمانوں کو صراط مستقیم پر عمل کرنے کی توفیق دے اور غلط نظریات سے محفوظ رکھے آمین، اَللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعۃ والباطل باطلا وارزقنا الاجتناب عنہ.

(حضرت مولانا) ریاست علی (صاحب ظفرؔ بجنوری)......................

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

تقریظ

حضرت اقدس مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی استاذ حدیث ونائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

ہم دست رسالہ (جواب حاضر ہے) جس کو دارالعلوم دیوبند کے نوجوان فاضل عزیزم مولوی مفتی نظام الدین امروہوی سلمہ نے ترتیب دیا ہے بندہ نے اس پر عبوری نظر ڈالی "رسالہ" بہت پسند آیا ہر بات باحوالہ پیش کی گئی ہے، دراصل یہ مجموعہ رضاخانیوں کی طرف سے ارسال کردہ چالیس سوالات کا محقق جواب ہے۔

یہ سوالات چند ماہ قبل انٹرنیٹ کے ذریعہ جدہ سے حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم دیوبند کے نام ارسال کیے گئے تھے جن میں اکثر وہی پرانے سوالات ہیں جن کے جوابات علماء اہل حق اکابر دیوبند کی جانب سے بارہا دیئے جاچکے ہیں اور جن کی صحت وصداقت روز روشن کی طرح عیاں ہے، نیز عقل سلیم رکھنے والوں کے یہاں مسلم ہے، اس تحریر میں بھی سوالات کے حوالہ سے اس سائل نے بھی وہی جگالی کی ہے جو ان کے عیار جغادری کرتے رہے ہیں، یوں محسوس ہوتا ہے کہ حق کے تئیں ان کانوں میں ڈاٹ لگی ہے، نیز چشم بصیرت بھی جاتی رہی ہے جس کی وجہ سے حق بات نہ یہ سن سکتے ہیں اور نہ حق ان کو دکھائی دیتا ہے، وہی مرغے کی ایک ٹانگ آلاپتے رہتے ہیں، جس طرح ان کے بڑے دجل وفریب سے کام لیتے رہے اور اکابر اہل سنت کی عبارات کو اپنی طرف سے قطع وبرید کرکے پیش کرتے رہے اسی روش پر دور حاضر کے رضاخانی گامزن ہیں حالانکہ علماء اہل حق کی یہ عبارتیں قدیم سے چھپی ہوئیں ہیں چھپی ہوئی نہیں ہیں مثلاً حضرت نانوتویؒ کی کتاب تحذیر

الناس کی یہ عبارت ''کہ اگر بالفرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا'' وغیرہ عبارات کو یہ رضا خانی سیدھی سادھی عوام کو علماء اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند سے بدظن کرنے کے لیے ان کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں، اور یہ نعرے بلند کرتے ہیں کہ حضرت نانوتویؒ (نعوذ باللہ من ذلک) ختم نبوت کے منکر ہیں حالانکہ حضرتؒ کی یہ عبارت بالکل واضح اور ارباب علم ودانش کے یہاں مسلم ہے اس عبارت میں تو حضرتؒ نے ختم نبوت کو مزید مستحکم کرنے کے لیے محض فرض کے طور پر ایک بات کہی ہے جس سے خارج میں اس کا وقوع لازم نہیں آتا چہ جائے کہ حضرتؒ کا یہ خود عقیدہ ہو (استغفر اللہ) حضرت نے تو مناظرہ عجیبہ نامی کتاب میں بڑی صراحت کے ساتھ یہ بات قلم بند کی ہے ختم نبوت ہمارا ایمان ہے، اس کا منکر کافر ہے وغیرہ وغیرہ، حق کا متلاشی شخص حق کا چشمہ لگا کر اب بھی ان کو بہ آسانی دیکھ سکتا ہے، مگر جن کی قسمت میں زیغ وضلال ہو ان کا حق کی طرف رخ کرنا مشکل ہے۔

بہر حال ان سوالات کے جوابات مرتب موصوف نے بڑی عرق ریزی اور جگر کاوی کے ساتھ تیار کئے اور ان کو معتبر کتب کے حوالوں سے مزین کیا اور اچھے انداز میں حق کی ترجمانی کی ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالی مؤلف سلمہ کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس کے افادے کو عام وتام فرما کر مزید علمی، دینی وتحقیقی خدمات کی توفیق بخشے آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

خیر خواہ:

(حضرت مولانا) عبد الخالق سنبھلی (صاحب)..................

خادم دار العلوم دیوبند

۹/۹/۳۴ھ

حامدًا ومصلیًا

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی

از: امام المنطق والفلسفہ حضرت مولانا عبد الرحیم صاحت بستوی

استاذ تفسیر دار العلوم دیوبند وسرپرست شعبۂ مناظرہ

دار العلوم دیوبند جو عالم اسلام کا شہرت یافتہ، دین وملت کی ہمہ جہتی خدمت کرنے والا ایک بے نظیر علمی ادارہ ہے کوئی بھی پیچیدہ اور الجھا ہوا مسئلہ جب بھی امت کے سامنے لہریں لیتا ہوا آتا ہے تو اس کے جواب اور حل کے لیے امت کی نظریں دار العلوم دیوبند اور علمائے دیوبند کی طرف اٹھتی ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ دار العلوم دیوبند ایک ایسا فکر مند ادارہ ہے جو دین کے ہر گوشہ پر اپنے زیر سایہ تربیت پانے والے فضلاء کو تیار کرتا ہے، اس تناظر میں یہ علمی اور ملت اسلامیہ کی بہی خواہ درسگاہ بحمد اللہ ہر زاویہ سے کامیاب ہے، علماء دیوبند کی یہ ایک ایسی حق پرست اور حق بیں جماعت ہے جو فرقِ باطلہ اور فرقِ ضالہ کے منہ میں لگام کستی ہے، چنانچہ دار العلوم دیوبند میں دین کے ہر گوشہ پر معلومات فراہم کرنے کے لیے متعدد شعبے قائم ہیں اور ہر شعبہ بحمد اللہ اپنے تمام امور مفوضہ کو بدرجۂ اتم پورا کر رہا ہے، طلبہ کی تربیت اور ہر علمی میدان میں ان کو شہسوار بنانے کے لیے ''شعبۂ مناظرہ'' جو ایک متحرک وفعال شعبہ ہے، طویل عرصہ سے قائم ہے، عزیز طلبہ اس شعبہ سے منسلک ہو کر شعبہ کے زیر سایہ منعقد ہونے والے ہر پروگرام میں شریک ہوتے ہیں، اور پوری پوری دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہیں، اس شعبہ کی افادیت کے پیش نظر ذوالمجد والکرم گرامی قدر حضرت مولانا مفتی ابو القاسم صاحب۔ کثر اللہ امثالھم ۔مہتمم دار العلوم دیوبند کی

اس شعبہ پر خاص عنایت اور توجہ ہے، ابھی چند دنوں پہلے انٹرنیٹ کے ذریعہ رضاخانیوں کے اکثر گھسے پٹے وہ سوالات جن کے جوابات تقریری، تحریری اور کتابی شکل میں بار بار دیے جا چکے ہیں، موصول ہوئے مگر ان رضاخانیوں کے دجل وفریب کو کیا کہا جائے کہ عبارات اکابر کو اپنی طرف سے قطع وبرید کر کے پیش کرتے رہتے ہیں، علمائے دیوبند کی عبارات میں قطع وبرید کرنا یہ بھی ایک ایسا فن اور ہنر ہے جس میں یہ بڑے ماہر ہیں اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ان رضاخانیوں کا مقصد امت کو گمراہ کرنا اور علمائے دیوبند سے بدظن کرنا ہی ہے، انٹرنیٹ پر آئے ہوئے ان سوالات کے جوابات کو قلم بند کرنے کے لیے حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم نے ''شعبۂ مناظرہ'' کے کسی ذہین محنتی اور وسیع المطالعہ شریک مناظرہ طالب علم کو حوالہ کرنے کے لیے مجھے حکم فرمایا چنانچہ حضرت مہتمم صاحب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مذکورہ سوالات کے جوابات کو کتب معتبرہ کے حوالوں سے مزین کرنے کے لیے ''شعبۂ مناظرہ'' ہی کے ناظم اعلی عزیزم مولانا مفتی نظام الدین امروہوی -سلمہ اللہ تعالی- کو میں نے مامور کیا، چنانچہ عزیز موصوف نے جوابات کو مدلل کرنے میں پوری عرق ریزی اور دماغ سوزی سے کام لیا جو قابل مبارک باد ہے، میں بارگاہِ صمدیت میں دعاگو ہوں کہ اللہ تعالی مفتی نظام الدین امروہوی کے مستقبل کو تابناک بنائے اور دین متین کی ہمہ جہتی خدمت انجام دینے کے لیے قوت وتوانائی اور صحت سے ہم کنار کرے (آمین ثم آمین)۔

(حضرت مولانا) عبدالرحیم (صاحب بستوی)............
استاذ تفسیر منطق وفلسفہ دارالعلوم دیوبند
۲۵؍شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ یوم الجمعہ
بوقت صبح ساڑے آٹھ بجے

پیش لفظ

دارالعلوم دیوبند احیاء اسلام اور عوام الناس تک صحیح دین پہنچانے میں روز اول سے ممتاز حیثیت کا حامل رہا ہے، باطل طاقتوں سے نبرد آزمائی اور ان کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرنا اس کا طرۂ امتیاز رہا ہے، چنانچہ دارالعلوم دیوبند نے اس کام کو انجام دینے کے لیے اپنی آغوش میں مختلف شعبوں کی نگہبانی کر کے باطل کے چیلنج کو قبول کیا انہیں شعبوں میں سے ایک اہم شعبہ ''شعبۂ مناظرہ'' بنام انجمن تقویۃ الاسلام بھی ہے۔

اس کی بنیاد ۱۳۹۳ھ میں استاذ الاساتذہ حضرت اقدس علامہ قمر الدین صاحب گورکھپوری دامت برکاتہم استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند نے رکھی نیز یہ شعبہ حضرت الاستاذ مشفق ومربی امام المنطق والفلسفہ مولانا عبدالرحیم صاحب بستوی استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند کے زیر سایہ اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ (الحمدللہ) منزل مقصود کی سمت رواں دواں ہے، شعبۂ ہذا کو جہاں ان دو بزرگوں کی سرپرستی حاصل ہے وہیں حضرت الاستاذ مخدومِ گرامی قدر حضرت اقدس مولانا ومفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت فیوضہم مہتمم دارالعلوم دیوبند کی نگاہِ بلند میں بھی یہ شعبہ بہت اہمیت کا حامل اور رجال ساز ہے، آپ کی اس کے فروغ پر خصوصی توجہ ہے۔

چند ماہ قبل جدہ سے بذریعہ انٹرنیٹ دفتر اہتمام میں ۴۰؍اعتراضات پر مشتمل ایک سوال نامہ موصول ہوا جس میں فرقۂ رضاخانیت کے وہی پرانے اعتراضات جن کے مدلل مسکت اور دنداں شکن جوابات اکابر علمائے دیوبند کی جانب سے بارہا دیئے جا چکے ہیں، البتہ اس سوال نامہ میں بعض اعتراضات نئے بھی تھے جو صرف اور صرف علمائے دیوبند سے بغض عناد

پر مبنی تھے، حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم نے ان اعتراضات کی جواب دہی کے لیے
حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہ العالی سرپرست شعبۂ ہذا کے واسطے سے مجھے یہ حکم
دیا کہ ان اعتراضات کے جوابات کو مضبوط اور مستحکم دلائل کے ساتھ بحوالہ مرتب کر دیا جائے،
چنانچہ حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بندہ نے ان
کے جوابات کو مستحکم دلائل اور حوالہ جات کے ساتھ مرتب کر کے دفتر اہتمام میں پیش کیا حضرت
مہتمم صاحب دامت برکاتہم نے ان کو پسند فرما کر حوصلہ افزائی کی اور اس کی طباعت کا حکم
فرمایا (اللہ رب العزت حضرت کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے آمین)۔

الغرض جہاں ہم اپنے ان محسن اور کرم فرما اساتذہ کے تعاون کو اس حسین موقع پر
فراموش نہیں کر سکتے تو وہیں اپنے رفقائے بزم (شعبۂ مناظرہ) کو بھی فراموش نہیں کر سکتے
جنہوں نے اپنی تعلیمی مشغولیات کے باوجود بندہ کا بھرپور ساتھ دیا خاص طور پر مولوی محمد فضیل
صدیقی لکھیم پوری جنہوں نے اپنے مفید سے مفید تر مشورے سے نواز کر اس رسالہ کی ترتیب
وتزیین میں حصہ لیا، اللہ تعالی موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ رب العزت امت مسلمہ کو صراط مستقیم پر گامزن فرمائے اور
اکابر علمائے دیوبند کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور دینِ حنیف کی خدمت
کے لیے تادمِ حیات قبول فرمائے آمین۔

نظام الدین امروہوی
خادم شعبۂ مناظرہ دارالعلوم دیوبند
۲۱ ررمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

باب اول

فرقۂ رضاخانیت کے چالیس سوالات
کے
دنداں شکن ومسکت جوابات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال نمبر (۱): اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے؟

جواب : فتاویٰ رشیدیہ، تالیفات رشیدیہ، تذکرۃ الخلیل اور الجہد المقل کے حوال[ے] سے ایک عبارت نقل کی گئی، اور یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ علمائے دیوبند اللہ کی جان[ب] جھوٹ کی نسبت کرتے ہیں، حالانکہ یہ محض افتراء اور بہتان ہے، جس کی کسی بھی صاح[ب] ایمان سے توقع نہیں کی جاسکتی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی عبارت بعینہ ملاحظہ ہوتا ک[ہ] بہتان طشت از بام ہو جائے۔

''سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ذاتِ باری تعالیٰ عز اسمہ موصوف بصفت کذب ہے یا نہیں؟ اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص خدا کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے؟

جواب: ذاتِ پاک حق جل جلالہ کی پاک و منزہ ہے اس سے کہ متصف بصفتِ کذب کیا جائے معاذ اللہ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ''قال اللہ تعالیٰ :ومن أصدق من اللہ قیلا '' جو شخص خدا تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے ملعون ہے اور مخالف قرآن و حدیث کا اور اجماع امت کا ہے، وہ ہرگز مؤمن نہیں ہے''۔

(فتاویٰ رشیدیہ و تالیفات فتاویٰ رشیدیہ ص:۹۶ رمکتبۃ الحق ممبئی)

حضرت کی عبارت بالکل صاف اور واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے والا کافر اور ملعون ہے، وہ ہرگز مؤمن نہیں ہوسکتا، اس کے بعد بھی اگر کوئی بر بنائے عنا[د] و بغض اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار کردے تو ہم اس سے صرف اتنا کہیں گے کہ اللہ ک[ی] ذات منزہ عن العیوب کے حضور پیشی کے لیے تیار رہے۔

جہاں تک مسئلہ امکان کذب (اللہ تعالیٰ کی جانب امکانِ کذب کو منسوب کرنا) کی بات ہے تو اس کے صرف حضرت گنگوہیؒ اور حضرت سہارنپوریؒ ہی قائل نہیں بلکہ تمام ''اہل السنہ والجماعۃ'' اشاعرہ و ماتریدیہ بھی اس کے قائل ہیں، چنانچہ ''شرح مواقف'' میں اس مسئلے کو تین جگہ ذکر کیا گیا ہے۔

''مسامرہ'' میں بھی تفصیلاً یہ مسئلہ مذکور ہے ''تقریر الاصول شرح تحریر الاصول'' میں محقق علامہ ابن الہمام صاحب ''فتح القدیر'' اور ان کے تلمیذ ابن امیر الحاج نے بڑی وضاحت کے ساتھ یہ مسئلہ ذکر کر کے امام رازیؒ کا بھی یہی مسلک ثابت کیا ہے (الشہاب الثاقب ص:۸۴)

اور اہل السنہ والجماعۃ (اشاعرہ و ماتریدیہ) کا یہ مسلک قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے، اس لیے کہ حق تعالیٰ نے جو بھی وعدہ فرمایا یا جس چیز کا ارادہ کیا یا کسی چیز کی خبر دی تو اس کے خلاف پر اس کو قدرت حاصل ہوگی یا نہیں؟ اگر خلاف پر قدرت کو تسلیم نہ کریں تو قرآن کریم کی ان آیات اور ان احادیث کا انکار لازم آئے گا جن میں اللہ تعالیٰ کے لیے ہر چیز پر قدرت کو ثابت کیا گیا ہے، مثلاً " إن اللہ علی کل شيء قدیر " اور جب ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے تو بدرجۂ اولیٰ وہ چیز امکان باری میں بھی داخل ہوگی، یہ الگ بات ہے کہ اس کا وقوع جائز نہیں، (المہنّد علی المفنّد ، ص: ۷۰)۔

اور ''الجہد المقلّ'' کی عبارت میں تو صاف صاف ہے کہ اللہ کی ذاتِ اقدس کے لیے کذب محال اور ممتنع ہے، کتاب کی عبارت ملاحظہ ہو.......

خلاصۂ نزاع یہ نکلا کہ صدق کے وجوب اور کذب کے امتناع پر سب متفق ہیں

(جہد المقل ، ص: ۴۲)

لہٰذا.... اکابر علمائے دیوبند کی طرف یہ بات منسوب کرنا کہ '' وہ اللہ تعالیٰ کے جھوٹ بولنے کے قائل ہیں'' سراسر بہتان ہے کوئی ادنی سا مسلمان بھی ایسی جرأت نہیں کرسکتا چ[ہ] جائے کہ علمائے حق اس جیسی غلطی کا ارتکاب کریں (معاذ اللہ)۔

سوال نمبر (۲): اللہ کو پہلے سے علم نہیں ہوتا کہ بندے کیا کریں گے جب بندے کرتے ہیں تو اللہ کو علم ہوتا ہے؟

جواب :معترض نے یہاں بھی خیانت سے کام لیا ہے دراصل صاحب تفسیر "بلغة الحیران" نے آیتِ کریمہ ﴿یعلم ما یسرون وما یعلنون﴾ (سورہ ھود، رکوع:۱) کی تفسیر کرتے ہوئے یہ بحث چھیڑی ہے کہ اہل السنہ والجماعۃ کا یہ مسلک ہے کہ سب کچھ پہلے سے تقدیر میں لکھا ہوا ہے، اور اسی کے مطابق امور دنیا میں ہورہے ہیں، جب کہ معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ سب کچھ پہلے سے تقدیر میں لکھا ہوا نہیں ہے، بلکہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا تھا اسی کو لکھا تھا اور جس چیز کا ارادہ نہیں کیا تھا اس کو نہیں لکھا تھا: چنانچہ اب صاحب تفسیر "بلغة الحیران" کی اصل عبارت ملاحظہ ہو.........

"حاصل مقام کا یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت قائل ہیں کہ سب کچھ پہلے لکھا ہوا ہے اور اسی کے مطابق امور دنیا میں ہورہے ہیں"

(تفسیر بلغة الحیران ص:۱۵۷)۔

اس کے چند سطروں کے بعد معتزلہ کا مذہب نقل کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے.....

"اور معتزلہ کہتے ہیں کہ پہلے ذرہ بہ ذرہ لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ جو چاہا تھا لکھا تھا، سب چیز موجود کا عالم ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کا بھی عالم ہے، اور جس چیز کا ابھی ارادہ بھی نہیں کیا اس کا عالم نہیں ہے کیونکہ اصل میں وہ شئ بھی نہیں ہے، اور انسان خود مختار ہے کہ اچھے کام کرے یا نہ کرے، اور اللہ کو پہلے سے کوئی علم بھی نہیں کہ کیا کریں گے، (بندے) بلکہ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہوگا"

(تفسیر بلغة الحیران ص: ۱۵۸،۱۵۷)۔

قارئین! اب آپ غور فرمائیے کہ صاحب تفسیر "بلغة الحیران" نے تو محض معتزلہ کا مذہب نقل فرمایا ہے یہ خود ان کا عقیدہ نہیں ہے اور "نقل کفر کفر نباشد" ایسی صورت حال میں معترض کا مصنف کی طرف اس بات کا انتساب کرنا سراسر بہتان ہے اور اکابر علمائے دیوبند سے بغض وعناد پر مبنی ہے، (اللہ ہم سب کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے)۔

سوال نمبر (۳): شیطان اور ملک الموت کا علم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے؟

جواب :یہ اعتراض "براہین قاطعہ" کی ایک عبارت پر ہے، معترض نے اس اعتراض میں بھی خیانت سے کام لیا ہے سوال میں ذکر کردہ عبارت براہین قاطعہ میں کہیں بھی موجود نہیں ہے بلکہ یہ صرف معترض کا ذھنی اختراع ہے، جواب سے پہلے چند تمہیدی باتیں ذھن نشین فرمالیں تاکہ مسئلہ بالکل منقح ہوجائے۔

(۱) براہین قاطعہ مولانا عبدالسمیع رامپوری کی کتاب "انوار ساطعہ" کے جواب میں مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے تصنیف فرمائی ہے۔

(۲) مولانا عبدالسمیع نے شیطان اور ملک الموت کے ہر جگہ موجود اور حاضر ہونے پر چند طریقوں سے استدلال کیا ہے اور اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ آپؐ چونکہ شیطان اور ملک الموت سے افضل ہیں لہٰذا آپ بھی ہر جگہ حاضر وموجود ہوں گے، (حضرت نے اسی کے جواب میں مذکورہ عبارت لکھی ہے)۔

(۳) عقائد کا ثبوت دلیل قطعی سے ہوتا ہے قیاس سے نہیں ہوتا ہے (۴) دنیا کی بعض باتیں جو علم دین سے متعلق نہیں ہیں اگر ان کو انبیاء نہ جانیں تو یہ ان کے لیے کوئی عیب کی بات نہیں ہے، جیسا کہ آپ کو شعر گوئی کا علم، رقص وسرور ناچ گانے کا علم نہیں عطا کیا گیا۔

(۵) اگر بعض جزوی باتوں کا علم ادنی کو ہو اور اعلی کو نہ ہو تو اس کی وجہ سے ادنی کو اعلی سے زیادہ علم والا نہیں کہا جاسکتا ہے مثلاً امام ابوحنیفہؒ کو شریعت کے لاکھوں اور کروڑوں مسائل کا علم حاصل تھا، مگر ابن رشد کو جو فلسفۂ یونان سے متعلق معلومات حاصل تھیں وہ امام ابوحنیفہؒ کو حاصل نہ تھیں کیونکہ اس زمانے میں "فلسفۂ یونان" عربی زبان میں منتقل ہی نہیں ہوا تھا لیکن اس کی وجہ سے ابن رشد کو امام صاحبؒ سے زیادہ علم والا نہیں کہا جاسکتا ہے چنانچہ اب اصل عبارت مع تشریح ملاحظہ ہو:

"الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر (یعنی جو ان کو بعض جزئیات کا علم ہے جس کا مقصد گمراہ کرنا اور روحوں کو قبض کرنا ہے ان پر قیاس کرکے) علم محیط زمین کا فخر عالمؐ کو (یعنی "علم ذاتی" اور یہاں علم ذاتی اس لیے

مراد لیا گیا ہے کہ حضرت نے خود آگے یہ تحریر فرمایا ہے کہ یہ بحث اس صورت میں ہے کہ جب علم ذاتی آپؐ کے لیے ثابت کر کے یہ عقیدہ رکھے جیسا کہ جہلاء کا عقیدہ ہے اور اگر یہ عقیدہ رکھے کہ حق تعالی اطلاع دے کر حاضر کرتا ہے تو یہ شرک نہیں ہے) خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے (حضرت نے قیاس فاسد اس لیے کہا کہ قیاس کے لیے ضروری ہے کہ مقیس اور مقیس علیہ میں مشابہت ہو اور ظاہری بات ہے کہ نبی اور شیطان میں کوئی بھی مناسبت نہیں ہے) اور شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے، (براہین قاطعہ ص: ۵۰، ۵۱)۔

براہین قاطعہ میں جس علم کے اثبات کو شرک کہا ہے وہ "علم ذاتی" ہے اور ذاتی علم کو کسی اور کے لیے ثابت کرنا باتفاق جمہور علماء شرک ہے۔

مزید برآں یہ کہ حضرتؒ نے خود بھی دوسری جگہ صراحت کی ہے کہ نبیؐ ساری مخلوق سے اعلم ہیں (آپؐ کا علم سب سے زیادہ ہے) چنانچہ اصل عبارت ملاحظہ ہو........

"اس مسئلہ کو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم (حِکَم واسرار وغیرہ کے متعلق مطلقا) تمام مخلوقات سے زیادہ ہے اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے اور سارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتوی دے چکے ہیں، جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے پھر بھلا ہماری کسی تصنیف میں یہ مسئلہ کہاں پایا جا سکتا ہے

(المهنّد علی المفنّد ص: ۲۵)۔

حضرتؒ کی اس صراحت کے بعد بھی اگر کوئی تسلیم کرنے سے انکار کر دے اور اپنے الزام سے باز نہ آئے تو یہ محض علمائے دیوبند سے اس کے بغض وعناد کی دلیل ہی ہوگی (اللہ ہم سب کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے)۔

سوال نمبر (۴): اللہ کے نبیؐ کو اپنے انجام اور دیوار کے پیچھے کا علم نہیں؟

جواب: یہ ایسا بہتان ہے جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہے بلکہ یہ محض معترض کی افتراء پردازی ہے، صورت مسئلہ یہ ہے کہ مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل فرمائی ہے" واللّٰه لا أدري ما يُفعل بي ولا بكم "جس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے تمہارے انجام کا اور نہ اپنے انجام کا یقینی علم ہے، پھر شیخ عبد الحقؒ کا قول نقل کیا ہے "مجھکو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں" یہ عبارت فارسی میں (اشعة اللمعات ج: ۱، ص: ۳۶۵) پر موجود ہے، اب اگر حضرت اس عبارت کو نقل کرنے سے نبی علیہ السلام کی توہین کرنے والے ہوتے ہیں تو شیخ عبد الحقؒ بھی جن کی یہ عبارت ہے وہ بھی توہین کرنے والے ہوں گے، پھر ان کے خلاف پرچہ کیوں شائع نہیں کیا گیا، اور ان پر کفر کا فتوی کیوں نہیں دیا گیا۔

اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جب ناقل کسی بات کا حوالہ پیش کر دے تو ناقل بری الذمہ ہو جاتا ہے، لہذا جب حضرت نے شیخ عبد الحقؒ (جن کو یہ لوگ بھی اپنا بڑا مانتے ہیں) کا اور حدیث پاک کا حوالہ دے کر عبارت نقل کر دی تو حضرت پر یہ الزام عائد نہیں ہوگا کہ انہوں نے اللہ کے نبی علیہ السلام کے لیے اپنے انجام اور دیوار کے پیچھے کا علم نہ ہونے کو ثابت کیا ہے، اس کے بعد بھی اگر کوئی حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ پر اعتراض کرتا ہے تو یہ حضرت سے اس کے تعصب کی دلیل ہوگی (اللہ معاف فرمائے)۔

سوال نمبر (۵): حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے جیسا اور جتنا علم غیب عطا فرمایا ہے ویسا علم جانوروں، پاگلوں اور بچوں کو بھی حاصل ہے؟

جواب: معترض نے یہ اعتراض حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب "حفظ الایمان" کی ایک عبارت پر کیا ہے، جس عبارت پر اعتراض کیا ہے وہ دراصل ایک سائل کے سوال کا جواب ہے، سائل نے حضرت سے تین سوال کئے ہیں جن میں سے تیسرا سوال یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ حضرت نے اس کا مفصل جواب تحریر فرمایا حضرتؒ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو.......

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریاف
طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس
میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم
کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے، جو دوسرے شخص سے
مخفی ہے تو سب کو عالم الغیب کہا جائے'' (حفظ الایمان ص:۹ مکتبہ امدادیہ)۔

آپ نے حضرت تھانویؒ کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائی اس میں کہیں بھی یہ نہیں ہے کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے جیسا اور جتنا علم غیب عطاء فرمایا ہے ویسا علم جانوروں، پاگلوں
اور بچوں کو بھی حاصل ہے، اب رہی حضرت کی یہ عبارت کہ ''ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی
ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے'' اس سے یہ مطلب اخذ کرنا کہ حضرت
نے آپؐ کے علم کو پاگلوں، جانوروں کے برابر بتلایا ہے، عقل ونقل کے خلاف اور بددیانتی کی
دلیل ہے، بلکہ حضرت کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں یعنی عالم الغیب
ہونے کے لیے اگر بعض غیب کی باتوں سے واقف ہونا کافی ہے، تو اس میں حضور کی کیا تخصیص
ہے ایسا علم یعنی بعض علوم غیبیہ اور بعض مغیبات اور جزئیات کا علم زید، عمرو وغیرہ کو بھی حاصل
ہے اس تفصیل سے یہ معلوم ہوگیا کہ حضرت کی مراد لفظ ''ایسا'' سے حضورؐ جیسا علم مراد نہیں ہے
بلکہ حضرت کی مراد لفظ ''ایسا'' سے اس قدر اور اتنا یعنی بعض مغیبات کا علم مراد ہے، چنانچہ امیر
مینائی مرحومؒ اپنی کتاب (امیر اللغات ج:۲، ص:۳۰۲) میں لکھتے ہیں کہ لفظ ''ایسا'' اس قسم یا
اس قدر یا اتنا کے معنی میں بھی آتا ہے، لہٰذا لفظ ''ایسا'' سے حضورؐ جیسا علم مراد نہیں ہے بلکہ بعض
علوم غیبیہ مراد ہیں، یعنی حضورؐ کے علم کو زید، عمرو وغیرہ کے علم کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جارہی ہے
بلکہ زید، عمرو وغیرہ کے لیے بعض علوم غیبیہ کا اثبات کیا جارہا ہے، یعنی اگر بعض علوم غیبیہ کی وجہ
سے عالم الغیب کا اطلاق درست ہے تو زید عمرو کو بھی عالم الغیب کہنا درست ہونا چاہئے کیونکہ
انہیں بھی بعض علوم غیبیہ حاصل ہیں۔

اور حضرت تھانویؒ نے خود ''بسط البنان'' کے اندر اس کی وضاحت کردی

ہے، حضرت نے اس رسالہ میں لکھا ہے کہ ''میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا
اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا، اور نہ یہ میری مراد
ہے اور جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد اشارۃً یا صراحۃً یہ بات کہے تو میں اس شخص کو
خارج از اسلام سمجھتا ہوں''۔ (بسط البنان)

حضرت کی اس وضاحت کے بعد حضرت پر یہ الزام عائد کرنا کہ آپ نے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے علم کو (نعوذ باللہ) جانوروں اور پاگلوں کے علم کے برابر بتلایا سراسر ظلم اور بددیانتی
ہے، اللہ ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائے (آمین یارب العالمین)۔

سوال نمبر (۶): نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خیال کا صرف جانا بھی
بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے برا ہے؟

جواب: یہ اعتراض بھی ایک خیانت پر مشتمل ہے عبارت (اصل کتاب کی)
ذکر کرنے نے پہلے چند تمہیدی باتیں پیش خدمت ہیں تا کہ مسئلہ بالکل منقح ہوجائے۔

(۱) صراط مستقیم فارسی میں ہے اردو میں نہیں ہے (۲) صراط مستقیم مولانا اسماعیل
شہید دہلویؒ کی تصنیف نہیں ہے بلکہ ان کے شیخ حضرت سید احمد شہیدؒ رائے بریلوی کے ملفوظات
کا مجموعہ ہے جس کو شاہ اسماعیل شہیدؒ اور حضرت مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے مرتب کیا ہے۔

(۳) تصوف کی اصطلاح میں ایک لفظ ''صرف ہمت'' مستعمل ہوتا ہے جس کی
حقیقت یہ ہے کہ انسان مراقبہ میں پورے احترام اور عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے تمام خیالات
سے دل کو خالی کر کے شیخ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کرے یہاں تک کہ اس وقت دل
میں اللہ کا بھی خیال نہ آئے (۴) اسی طرح فارسی محاورہ میں ''گاؤ خر'' دنیا اور متاع دنیا کو کہا
جاتا ہے یعنی ہر وہ چیز جو انسان کو خدا کے ذکر سے غافل کرنے والی ہو، اس تمہیدی گفتگو کے
بعد حضرتؒ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو.....................

"آرے بمقتضائے "ظلمات بعضہا فوق بعض" از وسوسۂ زنا خیال مجامعت زوجۂ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است کہ خیال آں باتعظیم واجلال بسویدائے دل انساں می چسپد، بخلاف خیال گاؤ خر کہ نہ آں قدر چسپیدگی می بود ونہ تعظیم بلکہ مہان ومحقر می بود، وایں تعظیم واجلال غیر کہ در نماز ملحوظ ومقصود می شود بشرک می کشد۔

(صراط مستقیم فارسی ص/٨٦)

ہاں بمقتضائے "ظلمات بعضہا فوق بعض" زنا کے وسوسہ سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے، اور شیخ اور اسی جیسے بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہوں صرف ہمت کرنا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بدرجہا بدتر ہے، کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم وتکریم کے ساتھ انسان کے دل کی گہرائی میں پیوست ہوجاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ وہ خیال حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر اللہ کی یہ تعظیم وتکریم جو نماز میں ملحوظ ومقصود ہوتی ہے شرک کی طرف کھینچ کر لیجاتی ہے

(صراط مستقیم اردو ص/١١٨)۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز میں اللہ کی طرف سے توجہ ہٹا کر دوسری چیزوں کی طرف توجہ لے جانا برا ہے، لیکن تمام خیالات کا حکم یکساں نہیں ہے، چنانچہ بیوی سے ہمبستری کا خیال لانا اتنا برا نہیں ہے، جتنا زنا کا خیال برا ہے، اسی طرح نماز میں شیخ یا حضور کی طرف صرف ہمت کرنا یعنی اپنے دل کو تمام خیالات حتی کہ توجہ الی اللہ سے قصداً خالی کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہمہ تن متوجہ کرنا دنیاوی خیالات میں مستغرق ہونے سے برا ہے، کیونکہ دنیاوی خیالات بلا ارادہ آتے ہیں اور اس میں تعظیم مقصود نہیں ہوتی ہے، بلکہ ان کی حقارت پیش نظر ہوتی ہے، لیکن اللہ کے رسول کا خیال "صرفِ ہمت" کے ساتھ تعظیماً ہی آتا ہے یہاں تک کہ اللہ سے بھی توجہ ہٹ جاتی ہے، اور اس کی نماز غیر اللہ کے لیے ہوجاتی ہے، خلاصۂ کلام

یہ ہے کہ دنیاوی وساوس کا خیال چونکہ تعظیماً نہیں ہوتا ہے، اس لیے وہ مفضی الی الشرک نہیں اور رسول اللہ کی جانب "صرفِ ہمت" چونکہ تعظیماً ہوتا ہے، اس لیے وہ مفضی الی الشرک ہوگا، اور جو چیز مفضی الی الشرک ہو وہ غیر مفضی الی الشرک سے بدرجہا بدتر ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب "صرف ہمت" چونکہ مفضی الی الشرک ہے اس لیے وہ زیادہ برا ہے، اور دنیاوی وساوس کا خیال چونکہ مفضی الی الشرک نہیں اس لیے وہ زیادہ برا نہیں ہے۔

لیکن اگر "صرفِ ہمت" کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آجائے اور توجہ الی اللہ میں مخل نہ ہو تو اس کی نماز نہ صرف کامل بلکہ اکمل ہوگی، اب رہی یہ بات کہ "گاؤ خر" سے متاع دنیا کس طرح مراد ہے، تو تمہید میں یہ بات آچکی ہے کہ "گاؤ خر" فارسی میں ایک محاورہ ہے اور متاع دنیا کے لیے مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ حضرت شاہ صاحب نے خود اس کی صراحت فرمائی ہے۔

"گاؤ خر تمثیل است ہرچہ سوائے حضور حق است گاؤ باشد یا خر، فیل باشد یا شتر"
(صراط مستقیم ص:٥٨)

نیز فارسی کا مشہور شعر بھی اس کا مؤید ہے۔

برزباں تسبیح ودر دل گاؤ خر ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر"

زبان پر تسبیح اور دل میں گاؤ خر اس تسبیح سے کیا فائدہ؟ ظاہر ہے کہ اس شعر میں گاؤ خر سے صرف گدھا اور بیل مراد نہیں ہے، بلکہ وہ تمام چیزیں مراد ہیں جو انسان کو خدا سے غافل کرنی والی ہیں الحاصل نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف خیال آجانا برا نہیں ہے، بلکہ تعظیماً اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال لانا کہ توجہ الی اللہ بھی جاتی رہے یہ برا ہے اور نماز میں بلا ارادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آجانا جب کہ توجہ الی اللہ میں مخل نہ ہو یہ عین مطلوب ہے، اس صراحت کے بعد بھی اگر معترض اپنے اعتراض پر مصر ہے تو ہم اس کی ہدایت کے لیے دعاء کرتے ہیں (وباللہ العصمة والتوفیق)۔

سوال نمبر (۷): لفظ ''رحمۃ للعالمین'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ خاص نہیں ان کے علاوہ دیگر بزرگوں کو بھی ''رحمۃ للعالمین'' کہہ سکتے ہیں؟

جواب: دراصل حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے اول سوال ملاحظہ ہوتا کہ جواب بآسانی سمجھ میں آسکے:

سوال: لفظ رحمۃ للعالمین مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں؟

جواب: لفظ ''رحمۃ للعالمین'' صفتِ خاصہ رسول اللہ کی نہیں بلکہ دیگر اولیاء وانبیاء وعلمائے ربانیین بھی موجب رحمتِ عالم ہوتے ہیں، اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے۔
(تالیفاتِ رشیدیہ ص: ۱۰۴، مکتبۃ الحق ممبئی)

حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ کا یہ جواب بالکل درست اور صحیح ہے اور عین آیاتِ قرآنی کے مطابق ہے، اس لیے کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ اصلاً اور حقیقۃً تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ذات رحمۃ للعالمین ہے، لیکن مجازاً اور تاویلاً دوسری چیزوں پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے جیسا کہ خود قرآن کریم میں بہت سی چیزوں کو موجب رحمتِ عالم کہا گیا ہے، مثلاً بارش پر رحمت کا اطلاق ہوا ہے، ﴿بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ﴾ (پ ۲۰، النمل، ع: ۱) سختی او تکلیف کے بعد جو چین و آرام حاصل ہوتا ہے، وہ بھی رحمت ہے ﴿ثُمَّ إِذَا أَذَقْنٰهُمْ مِنَّا رَحْمَةً﴾ الآیۃ (پارہ ۱۲ ررکوع ۶/) بیوی اور خاوند کے مابین جو الفت و محبت ہوتی ہے اس پر بھی رحمت کا اطلاق ہوا ہے ﴿وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً پارہ دوم، ع: ۳﴾ حضرت خضر علیہ السلام کو جو کرامات وغیرہ عطا ہوئیں تھیں ان پر بھی رحمت کا لفظ بولا گیا ہے ﴿وَآتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا﴾ (پ۱۵ کہف، ع/۹) اس کے علاوہ اولاد، عزت مرتبہ، دین ایمان اور تمام نیک کام خدا کی رحمت ہی ہیں اور خود قرآن کریم کا موجب رحمتِ عالم ہونا مسلم ہے، کوئی بھی صاحب خرد اس کا انکار نہیں کر سکتا، لہٰذا معلوم ہوا کہ رحمت کسی ایک خاص فرد میں منحصر نہیں

ہے، دیگر چیزوں پر بھی اس کا اطلاق ہوا ہے (جیسا کہ مذکورہ آیات سے ثابت ہوا) ہاں البتہ اتنا ضرور ہے کہ رحمت کا اطلاق حقیقۃً تو آپ پر کیا گیا ہے، اور دیگر چیزوں پر مجازاً و تاویلاً کیا گیا ہے یہی بات تو حضرت گنگوہیؒ نے جواب مذکور میں کہی ہے، پھر اس میں کونسا استعجاب ہے۔

سوال نمبر (۸): خاتم النبیین کا معنیٰ آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے، علم والوں کے نزدیک یہ معنی درست نہیں؟

سوال نمبر (۹): حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد بھی اگر کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا؟

جواب: مذکوہ بالا عبارات میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی علیہ الرحمہ علمی و تحقیقی طور پر مسئلہ ختم نبوت پر بحث کرتے ہوئے محدثانہ، فقیہانہ اور متکلمانہ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر منطقیانہ انداز میں ٹھوس دلائل اور واضح براہین کے ساتھ امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت ثابت کرتے ہیں، چنانچہ حضرت فرماتے ہیں کہ ختم نبوت کے تین درجات اور مراتب ہیں (۱) ختم نبوت مرتبی (۲) ختم نبوت مکانی (۳) ختم نبوت زمانی اور باقی آخری دو درجوں کو تسلیم کرتے ہوئے مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ ان تینوں قسموں میں اعلیٰ درجہ اور مرتبہ ''ختم نبوت مرتبی'' ہے جو ''ختم نبوت زمانی'' کے لیے علت ہے، اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام بایں معنیٰ ''خاتم النبیین'' ہیں کہ نبوت کے تمام درجات و مراتب اور کمالات آپ پر ختم ہیں لیکن سیدھی سادھی عوام (جو عموماً علم سے ناآشنا ہوتی ہے) آپ کی ختم نبوت کو ''ختم نبوت زمانی'' میں منحصر سمجھتی ہے حالانکہ آپ کی ذاتِ اقدس میں ختم ''نبوت زمانی'' کے ساتھ ''ختم نبوت مکانی'' و ''مرتبی'' بھی پائی جاتی ہے، پھر اسی ''مرتبی'' کی تشریح کرتے ہوئے حضرتؒ آگے تحریر فرماتے ہیں کہ ایسا تو ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا کہ آپ کے بعد کوئی نبی آجائے آپ کے بعد نبی کا آنا محال اور ناممکن ہے، لیکن اگر بالفرض (واضح رہے کہ سائل نے ''بالفرض'' کے لفظ کو سوال میں چھوڑ دیا ہے اور ضابطہ مسلم ہے کہ کسی چیز کو فرض کرنے سے اس چیز کا خارج میں وقوع لازم نہیں آتا جیسا کہ خود قرآن کریم اس پر دال ہے اللہ رب العزت کا

ارشاد ہے "لو كان فيهما آلهة إلاّ الله لفسدتا" کہ اگر بالفرض آسمان وزمین میں اللہ کے علاوہ چند معبود اور خدا ہوتے تو آسمان وزمین کا نظام درہم برہم ہو جاتا اس آیتِ کریمہ میں باتفاق جمہور مفسرین محض چند معبودوں اور خداؤں کے فرض کرنے کی بات ہے ان کا خارج میں وقوع نہیں ہے اسی طرح حضرتؒ کی یہ عبارت بھی ''بالفرض'' کی قید کے ساتھ مقید ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت نے صرف ایک فرضی بات کہی ہے اس کا خارج میں وقوع نہیں ہے) آپ کے زمانے میں کوئی اور نبی آجائے، یا فرض کیجئے کہ آپ کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہو جائے اور اس کو نبوت مل بھی جائے تب بھی آپ کی ختم نبوت پر زد نہیں آتی، اس لیے کہ نبوت کا ہر مرتبہ آپ پر ختم ہے لہذا کوئی آپ علیہ السلام سے پہلے آئے یا بعد میں آئے اس سے آپ کی ختم نبوت پر ہرگز کوئی حرف نہیں آتا، لیکن حضرتؒ نے تو یہ تعبیر محض ''ختم نبوت مرتبی'' کے درجے اور مرتبے کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لیے اختیار کی ہے، ورنہ حضرت کے نزدیک بھی ''ختم نبوت زمانی'' کا منکر بھی ویسا ہی کافر ہے جیسا کہ فرائض و وتر وغیرہ کی تعداد کا منکر کافر ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جو اس میں تأمل کرے وہ بھی کافر ہے۔

اور حضرت کی ایسی بے شمار صریح عبارت وتحریرات اس بات پر دال ہیں کہ جن میں حضرت نے ''ختم نبوت زمانی'' کو اپنا ایمان قرار دیا ہے، اور اس کے منکر کو کافر کہا ہے چنانچہ خود تحذیر الناس ص/۹ کی عبارت ملاحظہ ہو:

(۱) ''سواگر اطلاق وعموم ہے تب تو نبوت ''خاتمیت زمانی'' ظاہر ہے، ورنہ تسلیم لزوم ''خاتمیت زمانی'' بدلالتِ التزامی ضرور ثابت ہے، ادھر تصریحات نبوی مثل " انت مني بمنزلة هارون من موسى إلاّ أنه لانبيّ بعدي" او كما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے.........اور اس کا منکر کافر ہوگا''

(تحذیر الناس ص:۹)

(۲) خاتمیتِ زمانی اپنا دین وایمان ہے، ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج

نہیں، سواگر ایسی باتیں جائز ہوں تو ہمارے منہ میں بھی زبان ہے، اس تہمت کے جواب میں ہم آپ پر اور آپ کے اہل ملت پر ہزار تہمتیں لگا سکتے ہیں''

(مناظرۂ عجیبہ ص:۳۹)

(۳) ''حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے،

(مناظرۂ عجیبہ ص:۹)

(۴) ''ہاں یہ مسلم ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے''

(مناظرۂ عجیبہ ص:۶۹)

ان تمام تصریحات کے باوجود اگر کوئی بہتان لگانے سے باز نہ آئے تو اس کو اپنے ایمان پر نظر ثانی کر لینی چاہئے، ''**سبحانک هذا بهتانٌ عظيم**''۔

سوال نمبر (۱۰): حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوبند کے علماء کے تعلق سے اردو زبان آئی؟

جواب: معترض نے اس اعتراض کی بنیاد ''براہین قاطعہ'' کی ایک عبارت پر رکھی ہے اور اس عبارت میں قطع وبرید کر کے اس کو کفریہ بنا دیا ہے دراصل بات یہ ہے کہ ''براہین قاطعہ'' انوار ساطعہ نامی ایک کتاب کے جواب میں لکھی گئی ہے، جس میں صاحب کتاب نے علمائے دیوبند اور مدرسہ دیوبند پر بلاوجہ تنقید سے کام لیا ہے اسی کا جواب دیتے ہوئے حضرتؒ نے یہ عبارت لکھی ہے، عبارت ملاحظہ ہو......

''کہ مدرسہ دیوبند کی عظمت حق تعالی کی بارگاہ میں بہت ہے، کہ صدہا عالم یہاں سے پڑھ کر گئے اور خلق کثیر کو ظلمات ضلالت سے نکالا یہی سبب ہے کہ ایک صالح شخص نے ''فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تو آپؐ کو اردو میں کلام کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا آپؐ کو یہ کلام کہاں سے آ گیا آپ تو عربی ہیں فرمایا جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا تو ہم کو یہ زبان آ گئی''

(البراہین القاطعۃ مع انوار الساطعۃ ص/۳۰ مکتبہ امدادیہ دیوبند)

اس پوری عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ خواب کا ہے، اور خواب خود ایک قابل تعبیر چیز ہوتی ہے کیونکہ خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت جس کو تعبیر کہتے ہیں، دونوں میں بڑا فرق ہوتا ہے، ایک دو مثال پیش خدمت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی ام الفضل رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہؐ میں نے برا خواب دیکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا برا خواب کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھدیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے میری لخت جگر فاطمہ کے یہاں بچہ پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں کھیلے گا۔
(مشکوۃ ص:۵۷۲)

دیکھئے بظاہر خواب کتنا برا ہے لیکن تعبیر کتنی اچھی ہے، اسی طرح بخاری شریف میں ایک اور روایت ہے کہ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ اس کے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں تو وہ گھبرائے گا، لیکن حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں "احب القيد واكره الغل والقيد ثبات في الدين"۔
(بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۹)

اسی طرح یہ مذکورہ خواب (جس پر معترض نے اعتراض کیا ہے) اگرچہ ظاہراً برا ہے لیکن اس کی تعبیر بہت عمدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ میرا کلام یعنی احادیث اس وقت سے اردو زبان میں شائع ہوئیں جب سے دار العلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا یہاں کے علماء نے اپنی تقریر و تحریر اور تدریس و تصنیف کے ذریعہ حدیث کی اشاعت کی اور دار العلوم دیوبند کے قیام سے پہلے سلطنت مغلیہ کے زمانے میں علوم اسلامیہ کی اشاعت فارسی زبان میں ہوئی، یہ اس خواب کی تعبیر ہے، اور ظاہری بات ہے کہ دار العلوم دیوبند کے قیام سے قبل دین اسلام اور احادیث کی خدمت اردو زبان میں نہیں ہوئی لیکن معترض نے خیانت سے کام لیا اور اس بات کا الزام دینا چاہا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کا یہ عقیدہ اور خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اردو زبان علمائے دیوبند سے سیکھی ہے، حالانکہ یہ واقعہ خواب کا ہے اور خواب کی تعبیر خواب سے

بہت مختلف بھی ہوتی ہے جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا لہذا اب عبارت بالکل صاف وشفاف اور بے غبار ہے (واللہ اعلم)۔

سوال نمبر (۱۱): نبی کی تعظیم صرف بڑے بھائی کی سی کرنی چاہئے؟

جواب: معترض نے "تقویۃ الایمان" کی ایک عبارت پر یہ اعتراض کیا ہے اور اس میں دجل سے کام لیا ہے، اور لفظ "صرف" حضرت کی عبارت میں بڑھادیا ہے پوری عبارت ملاحظہ ہو:..................

أخرج احمد عن عائشةؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان في نفر من المهاجرين والأنصار فجاء بعير فسجد له فقال أصحابه : يا رسول الله تسجد لك البهائم والشجر فنحن أحق ان نسجد لك فقال: اعبدوا ربكم واكرموا اخاكم (مشكوة ص :۲۸۳)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے ذکر کیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار میں بیٹھے تھے کہ آیا ایک اونٹ پھر اس نے سجدہ کیا، پیغمبر خدا کو سو ان کے اصحاب کہنے لگے اے پیغمبر خدا تم کو سجدہ کرتے ہیں جانور اور درخت سو ہم کو ضرور چاہئے تم کو سجدہ کریں سو فرمایا: بندگی کرو اپنے رب کی، اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی۔

فائدۃ: یعنی انسان سب آپس میں بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کو چاہئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء اور اولیاء وامام زادہ، پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں، اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی، وہ بڑے بھائی کی طرح ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے نہ خدا کی۔ (تقویۃ الایمان ص:۴۸،۴۹)

اس عبارت میں حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک "اعبدوا ربكم واكرموا اخاكم" کا ترجمہ کیا ہے کہ تم اپنے بھائی یعنی میری تعظیم

کرو، پھر فائدہ لکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کے پہلو کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کہا کہ بڑے بھائی جیسی تعظیم کرو، حضرت کا مقصود یہ ہرگز نہیں ہے، کہ نبی کا درجہ حقیقی بڑے بھائی جتنا اور حضرت کا مقصود اس عبارت سے صرف اتنا ہے کہ نبی کی تعظیم تو ہوگی عبادت نہیں اور تعظیم بھی وہ جو شرک تک پہنچانے والی نہ ہو، اور رہا حضرت کا یہ قول کہ ''تم بڑے بھائی جیسی تعظیم کرو'' اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو بھائی بتلایا اور تعظیم کا حکم دیا، اب تعظیم کیسی ہونی چاہئے ایک تعظیم چھوٹے یا برابر کے بھائی کی ہوتی ہے یہ کم درجہ کی ہوتی ہے اور ایک تعظیم بڑے بھائی کی ہوتی ہے اور اعلی درجہ کی ہوتی ہے، لہذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اعلی درجہ کی ہونی چاہئے کم درجہ کی نہیں۔

رہی یہ بات کہ نبی کو بھائی کہہ سکتے ہیں یا نہیں تو اس کے حکم کو جاننے سے پہلے ایک بات ذھن نشین کر لیجئے کہ شریعت کی رو سے بھی اخوت و برادری کی چار قسمیں ہیں (۱) اخوت نسبی (۲) اخوت قومی و وطنی (۳) اخوت دینی (۴) اخوت جنسی۔

(۱) اخوت نسبی: جو ایک باپ کے دو بیٹوں کے درمیان ہوتی ہے جیسے قرآن کریم میں حضرت موسی علیہ السلام کا قول نقل کیا ﴿هَارُوْنَ أخِي اشْدُدْ بِهِ أزْرِي الأية﴾ (پ۱۶ سورہ طہ) یہاں پر ہارون علیہ السلام حضرت موسی علیہ السلام کے حقیقی بھائی ہیں (۲) اخوت قومی و وطنی: جیسے کہ قرآن میں ہے ﴿وَإلَى عَادٍ أخَاهُمْ هُوْدًا ، وَإلَى ثَمُوْدَ أخَاهُمْ صَالِحًا﴾ (پ۱۲ سورہ ہود) ان آیتوں میں صالح اور ھود علیہما السلام کو ان کی قوم کا بھائی وطنی اعتبار سے کہا گیا ہے (۳) اخوت دینی: جو ایک دین کے تمام ماننے والوں کے درمیان ہوتی ہے، جیسے ارشاد ربانی ہے ﴿إنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إخْوَةٌ﴾ (پ۲۶ سورۃ الحجرات)، (۴) اخوت جنسی: جو تمام انسانوں میں پائی جاتی ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''أنا شهيد أن العباد كلهم اخوة''۔ (ابوداؤد کتاب الصلاۃ)

اب ملاحظہ فرمائیں کہ معترض نے تو اخوت نسبی مراد لے کر اعتراض کیا ہے اور شاہ صاحب کی یہ مراد ہے ہی نہیں بلکہ شاہ صاحب نے اخوت جنسی مراد لی ہے، جس پر کوئی کلام

نہیں کیا جا سکتا، (اللہ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے)

سوال نمبر (۱۲): اللہ چاہے تو محمد کے برابر کروڑں پیدا کر ڈالے؟

جواب: عبارت بالکل واضح اور صاف ہے کہ ''اگر اللہ تعالی چاہے تو....کروڑوں پیدا کر ڈالے'' اگر اس عبارت کا انکار کر دیا جائے تو ان تمام آیات واحادیث کا انکار لازم آئے گا جن میں صراحت کے ساتھ اللہ رب العزت کے لیے ہر چیز پر قدرت کا اطلاق کیا گیا ہے، مثلاً: ﴿إنَّ اللّٰه على كل شيء قدير﴾ (پ۱ سورۃ البقرۃ رکوع ۲) اور ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کروڑوں پیدا کرنے پر قادر ہے، یہ الگ بات ہے کہ اس مشیت کا خارج میں وقوع نہیں ہے، لیکن اگر چاہے تو کر سکتا ہے، ورنہ تو اللہ تعالی کی شانِ قدرت میں نقص لازم آئے گا، حالانکہ اللہ تعالی نقص وعیب سے پاک ومنزہ ہے۔

سوال نمبر (۱۳): حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے؟

جواب: سب سے پہلے ''تقویۃ الایمان کی'' کی پوری عبارت ملاحظہ ہو تا کہ مسئلہ بالکل منقح ہو جائے۔

أخرج ابوداؤد عن قيس بن سعد قال: اتيت الحيرة فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم فقلت لرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أحق أن يُسجد له فأتيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقلت إني اتيت الحيرة فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم فانت احق أن نسجد لک فقال لي: أرايت لو مررت بقبري أكنت تسجد له فقلت لا فقال لاتفعلوا (مشكوة شريف باب عشرة النساء ص: ۲۸۲)

ترجمہ: ابوداؤد نے ذکر کیا ہے کہ قیس ابن سعدؓ نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام ''حیرۃ'' ہے سو دیکھا میں نے وہاں کے لوگوں کو کہ سجدہ کرتے تھے اپنے راجا کو سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ

میں نے کہ گیا تھا میں "حیرۃ" میں سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو کہ سجدہ کرتے ہیں اپنے راجا کو سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت لائق ہیں کہ سجدہ کریں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو فرمایا مجھ کو بھلا، خیال تو کر جو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو کہا میں نے نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو مت کرو۔

فائدہ: یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں، سجدہ تو اسی پاک ذات کو ہے جو کہ نہ مرے کبھی۔ (تقویۃ الایمان ص:۵۹)

عبارت بالا میں حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حضرتؒ نے فرمایا ہے کہ سجدہ اسی ذات کو کیا جائیگا جس پر فنا طاری نہ ہو، اور جس پر فنا طاری ہو جائے وہ سجدہ کے لائق نہیں، اور تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں، لہذا کوئی بھی چیز سجدہ کے لائق نہیں، مذکورہ بالا اعتراض کا مدار اس جملے پر ہے "میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں" اور معترض نے مٹی میں ملنے کے معنی جسم کا مٹی ہو جانا مراد لیا ہے، اور اپنے زعم باطل میں یہ خیال کیا کہ اس کے صرف یہی ایک معنی ہیں، جب کہ کتب لغت میں اس کے چند معنی بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ اردو کی مشہور لغت "انوار اللغات ج ۴ ص ۶۳۲" پر ہے "ملحق ہونا، چسپاں ہونا، ایک ذات ہونا" اور "جامع اللغات" ج:۴، ص:۴۶۰" پر ہے "مٹی سے ملنا، دفن ہونا" اور فیروز اللغات ص:۹۰ پر ہے "خاک میں ملنا، دفن ہونا" ان مذکورہ عبارتوں سے معلوم ہوا کہ "مٹی میں ملنے" کے معنی جسم کا مٹی ہو جانا ہی نہیں ہے بلکہ اس کے معنی مٹی سے ملنا، متصل ہونا، اور مٹی میں دفن ہونے کے بھی ہیں، اب شاہ صاحبؒ کی عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ بھی مرنے کے بعد زمین میں دفن ہونے والے اور مٹی سے ملنے اور متصل ہونے والے ہیں، اور اس حقیقت کا (جو دستور خداوندی) ہے کون منکر ہے، حضرت کی یہ مراد بالکل نہیں ہے کہ آپ کا جسم اطہر عام انسانوں کی طرح مٹی ہو جائے گا جیسا کہ معترض کی خام خیالی ہے۔

سوال نمبر (۱۴): نبی اور رسول سب ناکارہ ہیں؟

جواب: معترض نے یہاں بھی خیانت کی ہے "تقویۃ الایمان" کی عبارت میں کہیں بھی نبی اور رسول کا لفظ موجود نہیں حضرت کی پوری عبارت ملاحظہ ہو:

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (پ۱۱ یونس)

اللہ کو چھوڑ کر اس کو مت پکاریئے جو نہ نفع پہنچا سکے، نہ نقصان اگر آپ ایسا کریں گے تو اللہ کا حق ضائع کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

فائدہ: یعنی عزت و جلال والے خدا کے ہوتے ہوئے ایسے ناکارہ لوگوں کو پکارنا جو نہ نفع کے مالک ہیں نہ نقصان کے سراسر ظلم ہے کیونکہ بڑی سے بڑی ہستی کا مقام محض ناکارہ لوگوں کو دیا جا رہا ہے۔ (تقویۃ الایمان ص:۴۷ مکتبہ تھانوی دیوبند)

اب ذرا غور کیجئے کہ اس عبارت میں کہیں بھی نبی اور رسول کا لفظ نہیں ہے اور معترض نے اس کو نبی اور رسول کے ساتھ خاص کر لیا، اور علماء عقائد کا ضابطہ ہے کہ بسا اوقات اجمال کا حکم اور ہوتا ہے اور تفصیل کا حکم اور ہوتا ہے، عام کا حکم خاص کے حکم سے مختلف ہوا کرتا ہے، اجمالی اور عام حکم جائز ہوتا ہے اور تفصیلی اور اور خاص حکم ناجائز ہوتا ہے، جیسے کہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے، اور یہ کہنا جائز نہیں کہ اللہ گندگیوں اور خنزیروں کو پیدا کرنے والا ہے، جس طرح یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ کے لیے زمین آسمان کی تمام چیزیں ہیں اور یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ اللہ کے لیے بیویاں اور اولاد ہیں اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات اجمال و ابہام اور عموم کا حکم تفصیل و تفسیر اور خصوص کے حکم سے مختلف ہوتا ہے، بالکل اسی طرح یہاں بھی نبی اور رسول کا ذکر کیے بغیر ایک عام بات کہی گئی ہے جو کہ جائز ہے لیکن اگر اس کو خصوص کے قالب میں ڈھال کر نبی اور رسول کا نام لے کر کہا جائے تو یہ ناجائز و حرام ہے، لیکن معترض نے یہاں خیانت کرتے ہوئے ایک عام بات کو نبی اور رسول کے ساتھ خاص کر دیا جو سراسر بد دیانتی اور ظلم ہے۔ (اللہ ہدایت دے آمین)

سوال نمبر (۱۵): نبی کا ہر جھوٹ سے پاک و معصوم ہونا ضروری نہیں؟

جواب: یہ عبارت دراصل اس جواب کا ایک ٹکڑا ہے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سر سید احمد خان صاحب (سی ایس آئی) کے سوال کے جواب میں قلمبند فرمائی اوّلاً سید احمد خان صاحب کا سوال ملاحظہ ہو تاکہ جواب بآسانی سمجھ میں آسکے.............

''سوال: تمام افعال واقوال رسول خدا کے سچائی تھی مصلحتِ وقت کی نسبت رسول کی طرف کرنی سخت بے ادبی ہے جس میں خوف کفر ہے''۔

(تصفیۃ العقائد ص:۵)

اس سوال مذکور کا حضرت نانوتویؒ نے جواب قلمبند فرمایا، جواب ملاحظہ ہو!

''جواب: عوام تو مصلحت وغیر مصلحت کو جانتی ہی نہیں اس بات میں اگر لب کشا ہوتے ہیں تو علماء ہی ہوتے ہیں.......... ہاں ''سچائی'' کے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ''مصلحت'' مصطلحِ عوام کچھ ایسا امر ہوتا ہے جس میں دروغ یا دروغ گوئی کا انتساب رسول اللہ کی طرف ہو جاتا ہے، لیکن بایں نظر انتساب مذکور کی بھی کئی صورتیں ہیں، اور ہر صورت کا یکساں حکم نہیں، منجملہ ان کے تعریضات بھی ہیں۔

(تصفیۃ العقائد ص:۲۳)

اس عبارت میں حضرت نے دروغ گوئی کی نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی جانب انتساب کی کئی صورتیں بیان فرمائی ہیں، اور فرمایا کہ ہر صورت کا حکم یکساں نہیں بلکہ مختلف ہے، بعض صورتیں قبیح ومذموم ہیں، جن کا ارتکاب ایک نبی سے ممکن ہی نہیں، وہ ان سے معصوم ہوتا ہے، اور بعض صورتیں جائز ہیں، منجملہ ان کے تعریضات بھی ہیں، جن کے جواز کا ثبوت قرآن وحدیث سے ملتا ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے تین مواقع پر تعریضات (جو بظاہر کذب ہی کی ایک صورت ہے) استعمال کی ہیں جن کی صراحت قرآن وحدیث میں ملتی ہے، وہ تین جگہیں یہ ہیں.................

(۱) بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هذا (پ۱۷ الانبیاء رکوع ۵).

(۲) فقال إنّي سقيم (پ۲۳، الصافات، رکوع ۷).

(۳) هٰذِهٖ أُخْتِيْ (مسلم شریف ج:۲ ص: ۲۶۶، مشکوۃ شریف ص:۵۰۶)

حدیث شریف ملاحظہ ہو............

عن ابي هريرةؓ أنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لم يكذب ابراهيم النبي عليه السلام قط إلّا ثلاث كذبات ثنتين في ذات الله قوله: ''إنّي سقيم'' وقوله: بل فعله كبيرهم هذا وواحدة في شأن سارة فإنّ قدم أرض جبّار ومعه سارة كانت أحسن الناس فقال لها: إنّ هذا الجبّار إن يعلم أنک امرأتي يغلبني عليک فإن سالک فاخبريه انک أختي فإنک أختي في الاسلام فإنّي لاأعلم في الأرض مسلمًا غيري وغيرک الخ -

(مسلم شریف ص:۲۶۶، ج:۲، مشکوۃ المصابیح ص:۵۰۶)

لہٰذا جس چیز کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہو (اگرچہ مصلحتِ وقت کی پیش نظر ہی کیوں نہ ہو) اس کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے: چنانچہ اب حضرتؒ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو تا کہ بات بالکل واضح ہو جائے..........

''پھر دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے، جن میں سے ہر ایک کا حکم یکساں نہیں، اور ہر قسم سے نبی کا معصوم ہونا ضروری نہیں گرچہ ہمارے پیغمبرؐ بھی سے محفوظ رہے ہوں۔ (تصفیۃ العقائد ص:۲۳)

پھر حضرت نے کذب کی مزید صورتیں بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ کذب کی اولاً دو صورتیں ہیں.........

''(۱) کذب بمعنی گفتار:'' یہ صورت بذاتِ خود تو قبیح نہیں البتہ بلحاظ فریب یا ایسی بداعتقادی جس سے لوگوں کا ضرر متصور یا متیقن ہو قبیح و ناجائز ہے۔

(۲) کذب بمعنی مخالف واقعہ: یہ صورت بذاتِ خود قبیح ہے، پھر ثانیاً کذب بمعنی

''گفتار مخالف واقعہ'' کی بھی حضرت نے دوصورتیں بیان فرمائی ہیں۔
(۱) ''گفتار مخالف واقعہ'' مضرت سے خالی ہو یہ صورت ایک امر لغو ہے، لیکن اس سے بھی احتیاط بہر حال ضروری ہے، کیونکہ اگر کذب کی عادت پڑ گئی تو عجب نہیں کہ کذب مضر بھی صادر ہو جائے (۲) ''گفتار مخالفِ واقعہ'' مضرت سے خالی ہونے کے ساتھ ساتھ اگر اس سے دوسرے کی منفعت بھی وابستہ ہو تو کذب کی یہ صورت داخل حسنات شمار ہوگی، اور اس مذکورہ صورت کا ثبوت احادیثِ نبویہ سے بھی ملتا ہے، چنانچہ آقا علیہ الصلاۃ والسلام نے ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ''ليس الكذّاب الذي يُصلح بين الناس ويقول خيرًا وينمي خيرًا''۔ (مسلم شریف ص:۳۲۵)

"قال ابن شهاب : ولم أسمع يرخص في شيء ممايقول الناس كذب إلاّ ثلاث: الحرب والإصلاح بين الناس، وحديث الرجل إمرأته وحديث المرأة زرجها"۔ (مسلم شريف ص: ۳۲۵).

اور حضرت کی اس عبارت کا تعلق (جس پر معترض نے اعتراض کیا ہے) اسی ایک خاص قسم سے ہے جس میں مضرت سے خالی ہونے کے ساتھ ساتھ دوسرے کی منفعت بھی وابستہ ہو اور بتصریح احادیث شریفہ یہ بات ثابت ہو چکی کہ یہ صورت داخل حسنات ہے، لہذا اس صورت کے نبی کی طرف انتساب میں کوئی قباحت نہیں (فافہم)۔

سوال نمبر (۱۶): نبی کی تعریف صرف بشر کی سی کرو بلکہ اس میں بھی اختصار (کمی) کرو؟

جواب !یہ اعتراض بھی ''تقویۃ الایمان'' کی ایک عبارت پر ہے اصل عبارت ملاحظہ ہو تا کہ مسئلہ بالکل منقح ہو جائے........

یعنی کسی بزرگ کی شان میں زبان سنبھال کر بات کرنی چاہئے اس کی انسان ہی کی سی تعریف کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو منہ زور گھوڑے کی طرح مت دوڑو کہ کہیں شان الوہیت میں بے ادبی نہ ہو جائے۔ (تقویۃ الایمان ص:۸۱)

معترض نے یہاں بھی خیانت سے کام لیا ہے اور لفظ نبی کا اضافہ کر دیا، شاہ صاحب کی

عبارت میں لفظ ''نبی'' کہیں موجود ہی نہیں ہے، بلکہ شاہ صاحب تو ایک عام بات فرما رہے ہیں اور ان کی عبارت کا مطلب اور مقصد صرف اتنا ہے کہ کسی بزرگ کی اتنی تعریف نہ کرو کہ وہ شان الوہیت تک پہنچ جائے اور اللہ کی صفات میں اس کو شریک کر ڈالو کہ کہیں توحید کی عمارت مسمار نہ ہو جائے، اس میں زیادہ (غلو) مبالغہ آمیزی سے کام نہ لیا جائے، اور تعریف تعریف کی حد تک ہونی چاہئے جو بشریت کے شایانِ شان ہو، ایسا نہ ہو کہ بشریت سے زیادہ اس کی تعریف کر کے اس کو الوہیت کے شانہ بشانہ کھڑا کر دیا جائے، اور شاہ صاحب نے جو یہ فرمایا ہے کہ ''اس میں بھی اختصار کرو'' اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر اللہ کی تعریف کرنے میں احتیاط کا پہلو مدنظر رکھا جائے اور حد درجہ احتیاط کو ملحوظ رکھا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ تعریف کرتے کرتے محبت میں اس مقام پر اس کو پہنچا دے کہ وہ ذات شان الوہیت کے مساوی معلوم ہونے لگے (نعوذ باللہ)۔

اور حضرت کی بات کی تائید خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک سے بھی ہوتی ہے، پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' لا تطروني كما اطرت النصارى عيسى ابن مريمَ فإنما أنا عبدهُ فقولوا عبدالله ورسوله ''
(مسند احمد ج:۲۴، حديث ۱٦۴، ابن خزيمه حديث ۲۱۱)

کہ تم میری تعریف میں مبالغہ (غلو) مت کرنا جیسا کہ نصاری نے عیسی ابن مریم کی تعریف میں مبالغہ (غلو) کر کے انہیں الوہیت کے برابر لا کھڑا کر دیا تھا میں تو اللہ کا بندہ ہوں لہذا تعریف بھی بندے کی سی ہونی چاہئے۔

اب بتلایئے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی تعریف میں مبالغہ کرنے سے منع فرمایا اور ساتھ ساتھ اس کی حکمت بھی بیان فرما دی کہ کہیں امت میری تعریف میں مبالغہ کر کے گمراہی کے دہانے پر نہ جا کھڑی ہو تو اگر شاہ صاحبؒ تعلیم نبوی کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی بزرگ کی تعریف میں مبالغہ سے منع فرما دیں تو پھر ان پر اعتراض کیوں؟ یہ اعتراض اصلاً شاہ صاحبؒ پر نہیں بلکہ شہنشاہِ کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ پر ہے (نعوذ باللہ) فاعتبروا يا اولي الأبصار ۔

سوال نمبر (۱۷): بڑے یعنی نبی اور چھوٹے یعنی باقی سب بندے بےخبر، ناداں ہیں؟۔

جواب: معترض نے یہاں بھی خیانت کی ہے، اور لفظ ''نبی'' بڑھادیا ہے حضرت کی عبارت میں کہیں بھی لفظ ''نبی'' موجود نہیں ہے، دراصل شاہ صاحبؒ نے یہ عبارت ایک آیت کے تحت ذکر کی ہے وہ آیت یہ ہے ﴿قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ (پ۹ الأعراف ع: ۱۳).

پھر حضرت نے اس آیت کے بعد مندرجہ ذیل عبارت نقل فرمائی ہے۔

''کہ فلاں کے یہاں اولاد ہوگی یا نہیں، تجارت میں فائدہ ہوگا یا نہیں، لڑائی میں فتح ہوگی یا شکست ان باتوں سے چھوٹے بڑے یکساں بےخبر ہیں''۔

(تقویۃ الایمان ص: ۳۴ رمکتبہ تھانوی)

غور فرمایئے حضرت کی پوری عبارت میں نہ لفظ ''نبی'' موجود ہے اور نہ لفظ ''نادان'' لیکن معترض نے خیانت کرتے ہوئے اس کا اضافہ کردیا، حضرت کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ یہ جاننا اولاد ہوگی یا نہیں، تجارت میں نفع ہوگا یا نقصان، فتح ہوگی یا شکست یہ سب غیب کی باتیں ہیں اور غیب کی باتوں کا علم صرف اور صرف اللہ ہی کو ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (پ۲۰ النحل ع: ۱) اور دوسری جگہ ارشاد ہے ﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (پ۱۴ النحل ع: ۱۷) اور حدیث پاک ہے ''مفاتيح الغيب خمس لا يعلمهن الا الله'' ان دلائل سے معلوم ہوا کہ غیب کی باتوں کا علم صرف اور صرف اللہ کو ہے تو حضرت نے جو تمام لوگوں سے علم کی نفی کی ہے، یہ علم غیب ذاتی کی نفی کی ہے تمام باتوں کے علم کی نفی نہیں کی ہے کیونکہ حضرت نے جن باتوں کا ماقبل میں ذکر کیا ان سب کا تعلق علم غیب کلی سے ہے، اور غیب کی تمام باتیں اللہ ہی کو معلوم ہیں، جن کا ثبوت قرآن وحدیث سے ملتا ہے۔

مزید یہ کہ حضرت نے تو ایک عام بات کہی ہے اس کو نبیوں کے ساتھ خاص کرنا انتہائی بددیانتی ہے، کیونکہ لفظ عام سے خاص کو متعین کرنا علماء اصولیین کے قواعد کے خلاف ہے، جیسے کہ ارشاد ربانی ہے ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى﴾ (پ۳۰ العلق ع:۲۱) کہ انسان سرکشی کرتا ہے کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ نبی بھی سرکشی کرتا ہے؟ کیونکہ نبی بھی انسانوں میں سے ہے، جس طرح آپ اس آیت کے اندر تخصیص نہیں کرسکتے، اسی طرح حضرت کی عبارت کے اندر بھی ایک عام لفظ سے خاص لفظ مراد نہیں لے سکتے۔

سوال نمبر (۱۸): تمام مخلوق اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے؟

جواب: اس اعتراض کا مدار ''تقویۃ الایمان'' کی ایک عبارت پر ہے اولاً پوری عبارت ملاحظہ ہو......

قال الله تعالى: وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (پ۲۱ سورہ لقمان)۔

ترجمہ: اور فرمایا: اللہ نے سورہ لقمان میں جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو اور نصیحت کرتا تھا اس کو اے بیٹے میرے مت شریک بنانا اللہ کا بیشک شریک بنانا بڑی بےانصافی ہے۔

فائدہ: یعنی اللہ تعالی نے لقمان کو عقلمندی دی تھی، سوانہوں نے اس سے سمجھا کہ بےانصافی یہی ہے کہ کسی کا حق کسی کو پکڑادینا اور جس نے اس اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل کو دیدیا جیسے کہ بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھدیجئے تو اس سے بڑی بےانصافی کیا ہوگی، اور یہ بھی یقین کرلینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

(تقویۃ الایمان ص:۱۱ راشد کمپنی دیوبند)

شاہ صاحبؒ کی اس پوری عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ توحید وعبادت خالص اللہ کا حق ہے، اور یہ حق کسی اور کو دیدینا ایسا ہی ہے جیسا کہ بادشاہ کا تاج چمار کے سر پر رکھدیا جائے،

معترض کو آخری عبارت ''یعنی ہر مخلوق اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے'' پر اعتراض ہے دراصل حضرت کا مقصود یہ ہے کہ اللہ کی شانِ الوہیت اور عظمت ورفعت کے سامنے اور اس کے مقام ومرتبہ کے آگے اور اس کے اختیارات وکمالات کی طرف نظر کرتے ہوئے مخلوق کی کوئی حیثیت نہیں ہے، جس طرح دنیا کے اندر بادشاہ کے کمالات واختیارات کے سامنے ایک چمار انتہائی بے بس اور مجبور ولاچار ہوتا ہے، اس کو کوئی بھی اختیار حاصل نہیں ہوتا ہے، اسی طرح اللہ کے سامنے مخلوق کا کوئی مقام نہیں اور اس کو اللہ کے سامنے کچھ اختیار حاصل نہیں ہیں، کیونکہ اللہ خالق ہے اور بندے مخلوق ہیں، اللہ رزاق ہے بندے مرزوق ہیں،

اب رہی یہ بات کہ مخلوق میں تو انبیاء بھی شامل ہیں تو کیا انبیاء کا بھی کوئی مقام ومرتبہ نہیں ہے، تو جاننا چاہئے ایک لفظ عام ہوتا ہے جس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی لیکن اگر اس کو خاص کے قالب میں ڈھال لیا جائے تو اس لفظ میں قباحت آجاتی ہے، مثلاً ارشاد ربانی ہے ﴿إِنَّهُ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾ (پ ۲۲ احزاب ع:۶) کہ انسان بڑا ہی ظالم اور جاہل ہے۔

غور کیجئے کہ یہ ایک عام حکم ہے اور اس میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے، لیکن اگر اسی کو خاص کرلیا جائے اور کسی نبی کا نام لے کر کہا جائے'' اِنَّ النبي ظلوما جهولا '' (معاذ اللہ) تو نہ صرف یہ کہ اس میں قباحت ہوگی بلکہ موجب گناہ اور کفر ہوگا کیونکہ آیت میں حکم عام ہے جو انسان پر لگایا گیا ہے اور انبیاء بھی انسان ہی ہیں، لہذا معترض کا عبارت میں مخلوق سے نبی اور رسول مراد لے کر اعتراض کرنا اصول وضوابط کے خلاف ہے جو ناقابل قبول ہے۔

سوال نمبر (۱۹): نبی کو طاغوت (شیطان) بولنا جائز ہے؟

جواب: معترض نے یہاں بھی خیانت سے کام لیا ہے، صاحب تفسیر'' بلغة الحیران'' کی اصل عبارت ملاحظہ ہو تاکہ بات روزروشن کی طرح عیاں ہو جائے.......

''اور طاغوت کا معنیٰ'' كلما عبد من دون الله فهو الطاغوت ''

اس معنیٰ کے بموجب طاغوت جن، ملائکہ اور رسول پر بولنا جائز ہے، یا مراد خاص شیطان ہے'' (تفسیر بلغة الحیران ص: ۴۳)

بلکہ یہ صرف معترض کا ذہنی اختراع ہے۔

شاہ صاحبؒ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ "سید" کے معنی یہ ہیں کہ پہلے حاکم کا حکم کسی کے پاس آئے اور پھر اس کے واسطے سے اور اس کی زبان سے دوسروں تک پہنچے جیسے چودھری کے پاس پہلے حاکم کا حکم آتا ہے، پھر اس کے واسطے سے دوسروں تک پہنچتا ہے، اور یہ مثال نبی کی نہیں ہے بلکہ یہ مثال "سید" کا معنی سمجھانے اور اس کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے دی جا رہی ہے اگر عبارت وہ ہوتی جو معترض نے اپنے ذہن سے گڑھ کر بنائی ہے تو اس وقت نبی کی یقیناً توہین ہوتی، لیکن عبارت تو اس سے بہت مختلف ہے، یعنی سید کے معنی پیغمبر اور قاصد کے ہیں اور ظاہری بات ہے کہ نبی علیہ السلام بھی اللہ کا پیغام اور اللہ کے احکام بندوں تک پہنچانے والے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الأية﴾ (پ٦ مائدہ)

لہذا نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو بھی اللہ کا قاصد ہونے کے لحاظ سے سید کہا جا سکتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ مثال نبی کی نہیں پیش کی جا رہی ہے بلکہ سید کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے یہ مثال دی جا رہی ہے اگر مثال نبی کی دی جاتی تو اس وقت نبی کی توہین ہوتی، اور اگر بقول معترض کے شاہ صاحبؒ کے نزدیک نبی علیہ السلام کا درجہ چودھری اور زمیندار جیسا ہوتا تو شاہ صاحب چند سطور کے بعد یہ عبارت کیوں لکھ رہے ہیں کہ "اللہ کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہاں کے سید ہیں، خدا کی نگاہ میں آپ کا مرتبہ سب سے بڑا ہے۔ (تقویۃ الایمان ص:٨١)

معلوم ہوا کہ حضرتؒ کی قطعاً وہ مراد نہیں ہے جس کو معترض نے مراد لیا ہے۔

سوال نمبر (٢١): جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں نبی اور ولی کچھ نہیں کر سکتے؟

جواب: یہ اعتراض "تقویۃ الایمان" کی ایک عبارت پر ہے، جو در حقیقت بے بنیاد ہے، اور معترض کے قرآن وحدیث سے ناواقف ہونے کا بین ثبوت ہے، اس لیے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت تو قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے کیونکہ قرآن وحدیث اس بات پر شاہد ہیں کہ فاعل مختار اور ہر چیز پر قادر صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات اقدس ہے اور اس کے علاوہ کوئی انسان حتی کہ انبیاء علیہم السلام بھی (اپنے مرتبہ اور عظمت کے باوجود) کسی

کو نفع اور ضرر پہنچانے، اولاد دینے، رزق میں کشادگی، مصیبتوں کو دور کرنے، پریشانیوں کو ٹالنے کا اختیار نہیں رکھتے اگر اختیار ہے تو صرف اللہ رب العزت کو۔

ہاں بسا اوقات اللہ تعالی کسی نبی کے ہاتھ پر معجزہ یا ولی کے ہاتھ پر کرامت کا ظہور فرماتا ہے جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء مختار ہیں، لیکن حقیقتاً اس میں نبی یا ولی کے اختیار کا دخل نہیں ہوتا بلکہ حقیقی فاعل مختار اللہ ہی ہوتا ہے، کیونکہ اگر نبی یا ولی فاعل مختار ہوتے تو وہ جب اور جیسے چاہتے کسی کام کو انجام دیدیتے حالانکہ بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کو نبی یا ولی چاہتے ہوئے بھی انجام نہ دے سکے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی تمنا اور خواہش تھی کہ آپؐ کے چچا ابو طالب کلمہ پڑھ لیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار تلقین بھی کرتے رہے، لیکن رب ذوالجلال کی طرف سے یہ اعلان ہو گیا کہ ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ الأية﴾ (پ٢٠ قصص) اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی فاعل مختار اللہ رب العزت ہی ہے اور وہی نفع اور نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ﴾ (سورۃ اعراف آیت/١٨٨) دوسری جگہ ارشاد ہے ﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ﴾ (سورۃ یونس آیت/١٠٧)۔

اسی طرح حضرت علی اپنے حقیقی والد ابو طالب کو بھی مشرف باسلام نہ کر سکے اور جہنم کی آگ سے نہ بچا سکے تو بھلا وہ مختار کل کیسے ہو سکتے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بالذات تمام چیزوں کا اختیار صرف اللہ کو ہے کسی انسان حتی کہ انبیاء اور اولیاء کو بھی بالذات اختیار حاصل نہیں ہے جیسا کہ ذکر کردہ آیات قرآنیہ سے واضح ہوا جہاں تک نبی یا ولی کے لیے بطور معجزہ یا کرامت کے بعض باتوں کے اختیار کی بات ہے تو اس کے قائل حضرت بھی ہیں اور قرآن وحدیث بھی اس پر دلالت کرتے ہیں بھلا اس کا کیسے انکار کیا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر (۲۲): حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بے حواس ہوگئے؟

جواب: معترض نے یہاں بھی خیانت سے کام لیا ہے، کیونکہ حضرت مولانا ا[illegible] شہید دہلویؒ کی عبارت میں کہیں بھی "بے حواس" ہونے کا لفظ نہیں ہے، بلکہ عبارت میں "[illegible] اڑنے" کا لفظ مذکور ہے، جس کو حضرت نے دراصل ایک حدیث کی تشریح میں بیان کیا ہے[illegible] بات بالکل واضح ہوجائے۔

اوّلاً حدیث شریف ملاحظہ ہو تا کہ بات بالکل واضح ہوجائے۔

"عن جبير بن مطعم قال: اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم أعرابي فقال: جُهدت الأنفس وجاع العيال وهلكت الأنعام فاستسق الله لنا، فإنّا نستشفع بك على الله، ونستشفع بالله عليك، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: سبحان الله، سبحان الله، فما زال نسبّح حتى عُرف ذلك في وجوه أصحابه، ثم قال: ويحك، إنّه لا يستشفع بالله على أحد شأن الله أعظم من ذلك، ويحك أتدري ما الله؟ إن عرشه على سمٰواته هكذا، وقلا باصابعه نثل القبة عليه وإنّه لينطُّ به أطيط الرحل بالرّاكب" (ابو داؤد)

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے، حضرتؒ نے ایک دیہاتی سے ایک نامعقول با[ت] کے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے سامنے سرزد ہونے اور آپ علیہ السلام کے اس پر متحیر ہو[نے] ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے، جو عین اردو زبان کے محاورے اور اردو لغات کے موافق [ہے]۔

چنانچہ حضرتؒ کی اصل عبارت ملاحظہ.........

"سبحان اللہ تمام انسان میں سب سے افضل انسان محبوب خدا، احمد مجتبیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منھ سے ایک نامعقول بات نکل گئی تو آپ کے دہشت کے مارے ہوش اڑ گئے اور عرش سے تا فرش اللہ کی جو عظمت بھری ہوئی ہے اس کا بیان کرنے لگے۔

(تقویۃ الایمان مع تذکرۃ الاخوان ص:۷۲)

اس عبارت میں کہیں بھی "بے حواس" ہونے کا لفظ نہیں، جس پر معترض کے اعتراض کی بنیاد ہے، بلکہ "ہوش اڑنے" کا لفظ ہے اور "ہوش اڑنے" کے معنی اردو لغات اور اردو محاورہ میں "تعجب اور حیرت میں پڑنے" کے آتے ہیں، چنانچہ اردو زبان کی سب سے معتبر لغت "فیروز اللغات" ص:۱۷۵، پر "ہوش اڑنے" کے معنی "حیرت میں پڑنے" کے ہیں۔ (فیروز اللغات ص:۱۷۵)

اب اگر کوئی ہوش اڑنے کے معنی "بے حواس" کے سمجھتا ہے تو یہ اردو زبان و ادب سے ناآشنا و ناواقفیت کی واضح دلیل ہے۔

سوال نمبر (۲۳): امتی بظاہر عمل میں نبی سے بڑھ جاتا ہے؟

جواب: اس اعتراض کا تعلق حضرت حجۃ الاسلام مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ کی کتاب "تحذیر الناس" کی عبارت سے ہے اصل عبارت اس طرح ہے۔

انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، باقی رہا عمل تو اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہوجاتے ہیں، بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔

(تحذیر الناس: ص:۷، ۸ دار الکتاب دیوبند)

اس عبارت میں غور کیجئے کہ اس میں لفظ "بظاہر" ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امتی کا نبی سے عمل میں بڑھنا صرف ظاہر اً دیکھنے میں ہے حقیقت میں امتی عمل میں نبی سے نہیں بڑھتا ہے۔

دراصل یہاں دو چیزیں ہیں (۱) کمیت و مقدار یعنی گنتی اور تعداد (۲) کیفیت یعنی ثواب اور عند اللہ مقبولیت، حضرت نانوتویؒ کی عبارت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ کبھی امتی کے اعمال نبی سے صرف مقدار یعنی گنتی اور تعداد میں بڑھ جاتے ہیں، لیکن ثواب اور عند اللہ مقبول ہونے میں حضرت بھی امتی کے اعمال کے نبی کے اعمال سے بڑھ جانے کے قائل نہیں ہیں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری حیات مبارکہ میں صرف ایک حج کیا، لیکن بہت سے مسلمان بیس، تیس حج بھی کر لیتے ہیں، اسی طرح صحیح قول کے مطابق شب معراج میں آپ

پر نماز فرض ہوئی جس کے بعد آپ پندرہ سال بقیدِ حیات رہے، جس کے پانچ ہزار
ہوتے ہیں، جس میں ستائیس ہزار نمازیں ہوتی ہیں، گویا آپ نے ستائیس ہزار فرض
ادا کیں، لیکن ہوسکتا ہے کوئی امتی بلوغ کے بعد سو سال عمر پائے اور اس کی ایک بھی نماز
ہو تو اس کی فرض نماز کی تعداد تقریباً پونے دو لاکھ ہوتی ہے، غور کیجئے کہ امتی کے حج اور
تعداد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز اور حج کی تعداد سے بڑھ رہی ہے اور حضرت
کا یہی مقصود ہے، رہا امتی کے اعمال کا ثواب اور عند اللہ مقبول ہونے میں نبی کے اعمال
بڑھنا یہ حضرت کی بالکل مراد نہیں ہے، چنانچہ حضرت نے خود اس کی صراحت کی ہے،
کی اصل عبارت ملاحظہ ہو.........

''امتی بسا اوقات مجاہدے اور ریاضت میں اُن (نبی) سے بڑھے ہوئے
نظر آتے ہیں مگر مرتبہ میں انبیاء کے برابر نہیں ہو سکتے'' (حجۃ الاسلام ص:۲۸)

اس صراحت کے بعد بھی اگر کوئی نہ مانے تو ہم اس کی ہدایت کے لیے دعا گو ہیں۔

سوال نمبر (۲۴): دیو بندی ملا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پل صراط
گرنے سے بچالیا؟

جواب: یہاں بھی معترض نے صاحب'' **تفسیر بلغۃ الحیران** '' پر بہتان باندھا
اور اس عبارت کو صاحب کتاب کی طرف منسوب کر دیا، حالانکہ کتاب (**تفسیر بلغۃ
الحیران: ص:۸ مکتبہ لاہور**) پر اس طرح کی کوئی عبارت ہی نہیں ہے، بلکہ یہ معترض
کا ذہنی اختراع اور ایجاد بندہ ہے کہ اس نے اپنے سوئے فہم اور بدگمانی کو از راہِ تعصب
دوسروں کے گلے ڈال دیا اور پھر ان پر کفر کے فتوے لگا ڈالے اور ان کے کفر میں شک
توقف کرنے والے کو بھی برملا کافر قرار دیدیا، ہم بس ان کی خدمت میں یہی عرض کریں گے
کل میدان حشر میں بارگاہِ ایزدی میں فیصلے کے لیے تیار ہیں۔

☆ ☆ ☆

سوال نمبر (۲۵): **لا إلٰه إلاَّ اللّٰه اشرف علي رسول الله** اور **اللّٰهم صل علی سیدنا و نبینا اشرف علي** کہنے میں تسلی ہے، کوئی خرابی نہیں؟

جواب: اس اعتراض کی بنیاد حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ایک معتقد کے خواب پر ہے، اولاً خواب ملاحظہ ہو.........

''ایک شخص اپنا واقعہ بیان کرتا ہے کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف **لا إلٰه إلاَّ اللّٰه محمد رسول الله** پڑھتا ہوں لیکن **محمد رسول الله** کی جگہ حضور (اشرف علی) کا نام لیتا ہوں لیکن خیال ہوتا ہے کہ غلطی ہوئی ہے پھر صحیح پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں پھر غلطی ہوتی ہے، پھر اسی کشمکش میں بیدار ہو جاتا ہوں، اور دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کے غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہی کہتا ہوں'' **اللّٰهم صل علی سیدنا و نبینا اشرف علي** '' حالانکہ اب بیدار ہوں یہ خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں اور پھر یہ کہتا ہے کہ میں اس کے بعد خوب رویا''۔ حضرت تھانویؒ نے جواب دیا۔ کہ اس واقعہ (خواب) میں تسلی ہے کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ (**رسالۃ الامداد ص: ۳۵**)

اب اس عبارت میں چند باتیں قابل غور ہیں (۱) یہ واقعہ خواب کا ہے جو خود ایک قابل تعبیر چیز ہے کبھی خواب اچھا ہوتا ہے اور تعبیر بری ہوتی ہے اور کبھی خواب برا ہوتا ہے اور تعبیر اچھی ہوتی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی ام الفضلؓ نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر ان کی گود میں رکھ دیا گیا ہے، یہ خواب بظاہر کتنا برا ہے، لیکن اس کی تعبیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت شاندار بیان کی کہ فاطمہؓ کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں پرورش پائے گا۔ (مشکوۃ: ص:۵۷۲)

(۲) خواب نیند کی حالت میں ہوتا ہے، اور نیند کی حالت میں صادر ہونے والے کلمات قابل مؤاخذہ نہیں ہوتے ہیں، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے

"إنه ليس في النوم تفريط وإنما التفريط في اليقظة "۔(ترمذی ص:۲۵)

(۳) اور واقعہ کا آخری جز اگرچہ بیداری کا ہے لیکن اس نے بالارادہ "السلّہم صل... الخ" نہیں کہا بلکہ بلاقصد وارادہ اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے چنانچہ اس خود کے یہ الفاظ ہیں میں" بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں" جو الفاظ زبان سے بلاقصد وارادہ نکلیں وہ قابل مؤاخذہ نہیں ہوتے چنانچہ ارشاد ربانی ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا الآية ﴾ اور حدیثوں میں آتا ہے کہ اللہ (تفسیر ابن کثیر: ج:۱،ص:۳۴۳)۔ یہ دعا قبول فرمائی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "إنّ الله تجاوز عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه"۔ (مشکوۃ: ج:۲،ص:۵۸۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطاء اور بلاقصد وارادہ زبان سے اگر کوئی کلمہ نکل جائے اس پر مؤاخذہ نہیں ہوگا، اب ان مذکورہ باتوں کے بعد غور فرمایئے کہ اس نے کلمہ" لا إلـــه إلا الـلّٰه اشرف علي رسول الله "خواب میں پڑھا ہے، اور خواب کی تعبیر مختلف بھی ہوتی (جیسا کہ پہلے اس کی مثالیں گزر چکیں)۔

لہذا اس کے ظاہری معنی مراد نہیں ہو سکتے بلکہ مطلب یہ ہوگا کہ تم ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جو متبع سنت اور نبی کا غلام ہے، نیز یہ کہ خواب ظنی ہوتا ہے، لہذا اس کی وجہ سے حجت قائم نہیں ہو سکتی اور نہ کسی کو مورد الزام ٹھہرایا جا سکتا ہے، اور مزید یہ کہ خواب نیند کی حالت میں ہوتا ہے، اور سونے والے پر حدیث کی رو سے کوئی مؤاخذہ نہیں ہوتا، لہذا اس کے اشرف علی رسول اللہ کہنے میں کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا اور" اللّٰهم صل على سيدنا الخ ......اگر اس نے حالت بیداری میں کہا ہے، لیکن بلاقصد اور بغیر ارادے اور اختیار کے کہا ہے، جو بات بغیر قصد واختیار کے نکلے وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں قابل گرفت نہیں ہوتی، ذرا انصاف سے بتایئے کہ جس شخص کو قرآن وحدیث قابل مؤاخذہ اور مجرم شمار نہیں کرتا اس شخص کو مجرم اور مورد الزام ٹھہرانا درست ہوگا؟ نہیں ہرگز نہیں (اللہ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے)۔

سوال نمبر (۲۶): میلاد النبی منانا ایسا ہے جیسے ہندو اپنے "کنہیا کا جنم دن" مناتے ہیں؟

جواب: معترض نے یہاں بھی خیانت سے کام لیا، اور عبارت کا غلط مطلب اور غلط نتیجہ اخذ کر کے عوام الناس کو علمائے دیوبند سے بدظن کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔

دراصل حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی یہ عبارت ایک سوال کے جواب میں ہے جس کا معترض کی عبارت سے دور تک کا بھی واسطہ نہیں۔

سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک سائل نے حضرت گنگوہیؒ سے مروجہ میلاد النبیؐ میں قیام کی شرعی حیثیت کے متعلق دریافت کیا، جس کا جواب دیتے ہوئے حضرت گنگوہیؒ نے قیام فی المیلاد کے تمام ممکنہ اور احتمالی دلائل کا جائزہ لیتے ہوئے اس کے عدم جواز کو واضح اور مُبرہن ومدلل فرمایا، انہیں ممکنہ وجوہات میں سے ایک وجہ حضرت نے یہ بھی ذکر کی کہ" مبتدعین" قیام فی المیلاد یا تو اس وجہ سے کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کی روح عالم ارواح سے عالم شہادت (عالم دنیا) میں آتی ہے، اس کی تعظیم کی بنیاد پر قیام فی المیلاد کرتے ہیں، تو اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا: کہ اگر اس وجہ سے قیام ہے تو پھر قیام تو ولادت کے پیش آنے کے دن ہونا چاہئے تھا، کیونکہ ہر روز قیام کرنے سے تو ہر روز آپ علیہ السلام کی ولادت لازم آئیگی اور ولادت کے اعادہ کا عقیدہ تو ہندوؤں کی طرح ہے کہ وہ کنہیے کی ولادت کے اعادے کو ہر سال جانتے ہیں۔ (البراہین القاطعہ: ص:۱۵۲)

اب غور طلب بات یہ ہے کہ یہاں حضرت گنگوہیؒ نے ہندوؤں کے کنہیا کے جنم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کو تشبیہ نہیں دی بلکہ صرف ولادت کے اعادے ومکرر ماننے کو تشبیہ دی ہے، اور یہ صورت انتہائی خطرناک ہے کیونکہ ہندو تو ہر سال ولادت کو مکرر جانتے ہیں، اور یہاں تو ہر روز ولادت کو مکرر ماننا لازم آئے گا، جو نصوصِ شرعیہ کے صراحۃً خلاف ہے، اور جس کا قرونِ مشہود لہا بالخیر میں کہیں ثبوت بھی نہیں ملتا، بلکہ یہ تو ساتویں صدی ہجری کے

(أعاذنا الله منه)۔
ایک مبتدع حاکم وقت کی ایجاد واختراع ہے،
سوال نمبر (۲۷): جو خصوصیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے وہی دجال کی ہے
جواب: یہاں بھی معترض نے شدید خیانت سے کام لیا اور یہ باور کرانے کی کوشش
کی کہ مولانا قاسم نانوتویؒ کا عقیدہ ہے کہ وہ جملہ خصوصیات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں وہ
بعینہ دجال کی ہیں، حالانکہ ادنی سے ادنی درجے کا ایمان والا بھی اس جیسی صریح غلطی کا
ارتکاب نہیں کرسکتا، چہ جائے کہ حضرت مولانا قاسم نانوتوی علیہ الرحمہ جن کا سینہ عشق نبوی سے
لبریز ہے، لیکن نہ جانے کیوں معترض نے حضرتؒ پر بہتان لگا کر اپنی آخرت کو ضرر پہنچایا،
حضرتؒ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو، تا کہ بہتان روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے.........

"چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اس ہیچ مداں کی تصدیق کرتا
ہے، فرماتے ہیں" تنام عيناي ولا ينام قلبي "لیکن اس خیال پر دجال کا حال بھی
یہی ہونا چاہئے ......اور شاید یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ابن صیاد جس کے دجال
ہونے کا صحابہؓ کو ایسا یقین تھا کہ قسم کھا بیٹھے تھے وہ اپنی نوم کا وہی حال بیان کرتا ہے جو
رسول اللہ نے اپنی نسبت ارشاد فرمایا یعنی بہ شہادت احادیث وہ بھی یہی کہتا تھا کہ
تنام عيناي ولاينام قلبي......الخ"۔

(آب حیات ص:۲۶۹، اشاعت کتب خانہ حسینیہ دیو بند ۲۰۰۷ء)

حضرتؒ نے دراصل حیاتِ مؤمن اور حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین فرق
واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ: جس طرح دلائل شرعیہ کی روشنی میں حیات مؤمنین اور حیات نبوی
کے مابین فرق ہے یعنی تمام مؤمنین کی آنکھیں اور دل دونوں محوِ خواب ہوا کرتے ہیں، لیکن نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف آنکھیں محوِ خواب ہوتی ہیں، گویا آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی نوم
(جو کہ موت کی بہن ہے "النوم أخ الموت") میں حیات مستتر ہے، برخلاف مؤمنین کے کہ ان
کی نوم میں حیات مستتر نہیں، اور پھر حضرتؒ نے آگے اسی صفت نبوی کو دلائل شرعیہ کی روشنی
میں دجال کے لیے محتاط طریقے سے ثابت کیا، چنانچہ فرمایا کہ بہ ظاہر یہی صفت حدیث کی رو

سے دجال کی ہونی چاہئے اس لیے کہ ابن صیاد کے بارے میں احادیث اس بات پر دال ہیں
کہ وہ اپنے بارے میں " تنام عيناي ولاينام قلبي " کہا کرتا تھا، اور اسی وجہ سے صحابۂ کرامؓ
اس کو دجال سمجھ بیٹھے تھے، اور بعض نے تو اس کے دجال ہونے کی قسم بھی کھالی تھی، ان جیسی
احادیث ابن صیاد کو سامنے رکھ کر ظن کے طور پر (چونکہ عبارت میں "شاید" کا لفظ موجود ہے)
حضرت رحمہ اللہ نے صرف ایک صفت (نوم) میں دجال کے حال کے ساتھ بہ ظاہر تشبیہ دی
ہے، جو احادیثِ ابنِ صیاد کے عین مطابق ہے۔

لیکن .... معترض نے محض جہالت وعناد کی بنیاد پر حضرت کی اس واضح اور مدلل
بالا حادیث عبارت کا غلط مفہوم بیان کر کے علمائے حق اہل السنہ والجماعہ علمائے دیو بند پر
فسادِ عقیدہ کا الزام لگاتے ہوئے عوام الناس کو اس طائفۂ منصورہ سے بدظن کرنے کی
ناپاک کوشش کی۔

(اللہ ہم سب کو سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین)۔

سوال نمبر (۲۸): رسولؐ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا؟
جواب: حضرت کی یہ عبارت ایک حدیث کی شرح اور وضاحت میں ہے اور قرآن
وحدیث کے عین مطابق ہے چنانچہ اوّلاً حدیث ملاحظہ ہو:

عن حذيفة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تقولوا
ماشاء الله وشاء محمد وقولوا ماشاء الله وحده (الحديث).

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا یعنی اللہ کی مرضی اور اس کی منشاء کے بغیر کسی بھی چیز کا نبی کو
اختیار نہیں، ہاں اگر اللہ کسی چیز کا اختیار نبی کو دیدے تو نبی کو اختیار ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی
ہے ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ﴾ (سورۃ الاعراف
آیت ۱۸۸) کہ مجھے اللہ کی مرضی کے بغیر اپنی ذات کے لیے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں ہے،
اسی طرح جب بدر کے قیدیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ لے کر چھوڑ دیا تو یہ آیت نازل

﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُوْنَ لَهُ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ﴾ اگر نبی کو ہر چیز کا اختیار ہوتا تو یہ تہدید کیوں نازل ہوتی اور حضرت کی عبارت کا بھی یہی مطلب ہے کہ اللہ کی مرضی اور منشاء کے بغیر آپ کو کسی بھی چیز کا اختیار نہیں ہے ہاں اگر اللہ اپنی مرضی سے کسی چیز کا اختیار نبی کو دیدے تو یہ الگ بات ہے اس کا کوئی صاحب ایمان انکار نہیں کر سکتا (مذکورہ اعتراض کا اس عبارت سے دور تک کا بھی واسطہ نہیں)۔

سوال نمبر (۲۹): اللہ کو مانو اور اس کے سوا کسی کو نہ مانو؟

جواب: قبل اس کے کہ ہم اپنی طرف سے کچھ جواب دیں، حضرت کی پوری عبارت ملاحظہ ہو.........

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنَ﴾ (سورۃ الانبیاء آیت ۲۵)

آپ سے پہلے ہم نے جو رسول بھی بھیجا، ہم نے اس کو یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی حقدار عبادت کا نہیں ہے، لہذا میری عبادت کرو۔

یعنی تمام پیغمبر خدا کے پاس سے یہی حکم لے کر آئے کہ صرف اللہ کو مانا جائے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانا جائے، معلوم ہوا کہ توحید کا حکم اور شرک سے ممانعت تمام شریعتوں کا متفقہ فیصلہ ہے (تقویۃ الایمان ص: ۴۷)

حضرت کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی کو معبود اور عبادت کے لائق مانو اور اللہ کے علاوہ کسی کو معبود اور عبادت کا مستحق نہ جانو یہی تو قرآن کریم کی آیت میں بھی ہے ﴿أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنَ﴾ کہ میرے سوا کوئی معبود اور عبادت کے لائق نہیں لہذا تم میری عبادت کرو، اور اس میں کسی مسلمان کا بھی اختلاف نہیں ہے کہ معبود صرف اللہ رب العزت ہے کیونکہ اگر اللہ کے علاوہ کسی کو معبود مانا جائے تو شرک لازم آئے گا اور شرک کی اللہ مغفرت نہیں فرماتا ہے، حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت کا یہی مطلب ہے کہ معبود صرف اللہ کو مانو اور اس کے علاوہ کسی کو نہ مانو اگر مانو گے تو شرک ہوگا، رہی بات کہ دین میں نبی یا امام قابل اتباع ہے یا نہیں تو

حضرت کی عبارت میں اس کا ذکر ہی نہیں ہے بلکہ حضرت کا اور تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی یا امام دین کے اندر قابل اتباع ہیں، کیونکہ ان کے بغیر دین کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا (اللہ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے)۔

سوال نمبر (۳۰): اللہ کے روبرو سب انبیاء اور اولیاء ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں؟

جواب: حضرت کی یہ عبارت بھی بالکل صاف اور بے غبار ہے اگر معترض صاحب عبارت کے سیاق وسباق پر غور کر لیتے تو انہیں کوئی اشکال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ حضرت نے اس سے پہلے یہ ذکر کیا ہے کہ

"ہر چیز کا اختیار اور مالک تو اللہ ہی ہے اور خدا کی شان سب سے بلند ہے" پھر اس کے بعد یہ عبارت نقل کی ہے کہ "تمام انبیاء واولیاء ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں"۔ (تقویۃ الایمان: ص: ۷۲)

یعنی اللہ کی شان اُلوہیت اور عظمت کے سامنے دنیا کی تمام مخلوق خواہ نبی ہو یا ولی اپنی عظمت کے باوجود ہیچ ہیں، اور اللہ کے مقام و مرتبے کے آگے تمام مخلوقات کی کوئی بھی حیثیت نہیں ہے۔

جب حضرت موسیٰ نے حضرت خضرؑ کے ساتھ سمندری سفر کیا تو دوران سفر انہوں نے دیکھا کہ ایک چڑیا نے سمندر سے پانی پیا تو اس وقت حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ میرا اور تمہارا علم اللہ کے مقابلہ میں اتنا ہے جتنا سمندر کے پانی کے مقابلہ میں وہ پانی جو چڑیا کی چونچ میں ہے، ذرا غور کیجئے کہ حضرت موسیٰ جلیل القدر نبی ہیں انہیں تشریعات کا علم دیا گیا، حضرت خضرؑ کے پاس تکوینیات کا علم ہے لیکن اس کے باوجود حضرت خضرؑ فرما رہے ہیں کہ اللہ کے علم کے مقابلہ میں ہمارا اور تمہارا علم کچھ بھی نہیں ہے، جس طرح اس سمندر کے پانی کے مقابلے میں چڑیا کی چونچ میں موجود پانی کی کوئی بھی حیثیت نہیں ہے، اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ نے بھی یہی لکھا ہے کہ اللہ کی معبودیت کی طرف نظر کرتے ہوئے اور اس کی عظمت ورفعت کے سامنے مخلوق کی کوئی حیثیت نہیں لیکن اگر اللہ کی شان رفعت اور عظمت سے

قطع نظر کر لیا جائے تو شاہ صاحب بھی اولیاء اور انبیاء کی عظمت کے قائل ہیں اور بھلا ا
کیسے انکار کیا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر (۳۱): نبی کو اپنا بھائی کہنا درست ہے؟

جواب: معترض صاحب نے یہاں بھی خیانت سے کام لیا ہے، اور آدھی عبا
ذکر کی ہے، پوری عبارت ملاحظہ ہو......

"اگر کسی نے بوجہ آدم ہونے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہا تو کیا
خلاف نص کہہ دیا وہ تو خود نص کے موافق کہہ دیا"۔ (براہین قاطعہ: ص:۷)

یعنی رسول اللہ بھی جنس بشر میں ہیں اور بنی آدم میں سے ہیں لہٰذا اس بشریت کی
سے آپ کو بھائی کہا جا سکتا ہے، کیونکہ انسانیت میں تمام شریک ہیں جیسا کہ حدیث مبار
ہے "انا شهيد ان العباد كلهم اخوة" (ابوداؤد کتاب الصلاۃ) کہ انسان تمام
تمام بھائی ہیں، اسی طرح جب حضرت عمر عمرہ کے لیے جا رہے تھے، تو آپ نے فرمایا
"اي اخي اشركنا في دعائك" (ترمذی ج:۲، ص:۱۹۶)۔

رہی یہ بات کہ نبی کا مقام و مرتبہ نسبی بھائی جیسا ہے تو خود حضرت اس بات کے قا
نہیں ہیں (اس کی مزید وضاحت سوال نمبر ۱۱ میں گزر چکی ہے)۔

سوال نمبر (۳۲): نبی اور ولی کو اللہ کی مخلوق اور بندہ جان کر وکیل اور سفارشی سمجھ
والا، مدد کے لیے پکارنے والا، نذر و نیاز کرنے والا مسلمان اور کافر ابوجہل شرک میں برابر ہیں؟

سوال نمبر (۳۷): اللہ کے ولیوں کو اللہ کی مخلوق سمجھ کر بھی پکارنا شرک ہے؟

جواب: ان دونوں اعتراضوں کا مدار "تقویۃ الایمان" کی عبارت پر ہے حضر
نے مذکورہ عبارت قرآن کی ایک آیت شریفہ کی تفسیر کرتے ہوئے ذکر کی ہے وہ آیت یہ ہے:
﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ﴾ (پ۱۸، المؤمنون، ع:۵)

پھر حضرت نے اس کے بعد لکھا ہے کہ "علاوہ ازیں عہد رسالت کے مشرک بھی بتو

کو خدا کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ انہیں اسی کے بندے اور مخلوق سمجھتے تھے اور یہ بھی جانتے
تھے کہ ان میں خدائی طاقتیں نہیں ہیں، مگر انہیں پکارنا، ان کی منتیں ماننا، ان پر بھینٹ چڑھانا،
اور انہیں وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا شرک تھا، یہاں سے معلوم ہوا جو کوئی کسی سے ایسا ہی
برتاؤ کرے گو اس کو بندہ اور مخلوق ہی سمجھتا ہو وہ اور ابوجہل دونوں شرک میں برابر ہیں"
(تقویۃ الایمان ص:۱۹)

اس عبارت میں غور کیجئے کہ قرآن کریم کی آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار مکہ بھی
بتوں کو خدا کے برابر نہیں مانتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ خدا کی مخلوق ہیں لیکن اس کے باوجود وہ
انہیں مدد کے لیے پکارتے تھے، نذر و نیاز کرتے تھے لیکن اس عمل پر قرآن میں ان کو مشرک
کہا گیا، لہٰذا اگر آج بھی کوئی اللہ کے علاوہ کسی بندہ کو مخلوق سمجھ کر مدد کے لیے پکارے یا
نذر و نیاز کرے تب بھی وہ مشرک ہی ہوگا کیونکہ اس کے اور کفار کے عمل میں کوئی فرق نہیں رہا،
اس کے بعد شاہ صاحبؒ نے خود ہی شرک کی تفصیل کر دی ہے کہ ایک شرک بالذات ہوتا ہے
یعنی اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانا اور ایک شرک فی الصفات ہوتا ہے، یعنی اللہ نے
اپنے لیے جو صفات مخصوص کر لی ہیں اور جو چیزیں اپنے لیے بندوں پر لازم کر دیں ہیں، ان کو
غیر کے آگے بجا لانا یہ شرک فی الصفات ہے جیسے کہ سجدہ صرف اللہ کے لیے مخصوص ہے اگر کوئی
غیر اللہ کے لیے سجدہ کرتا ہے تو یہ شرک فی الصفات ہوگا، اسی طرح مصیبتوں میں کسی کو مدد کے
لیے پکارنا بھی شرک فی الصفات ہی ہوگا کیونکہ قرآن میں ہے ﴿أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا
دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ﴾ (پ۲۰ النمل، ع/۱) اسی طرح نماز، قربانی اور نذر و نیاز بھی اللہ
کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ قرآن میں ہے ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ (پ۸ سورہ انعام، ع/۷) اب اگر کوئی غیر اللہ کے لیے قربانی
اور نذر و نیاز کرے گا تو وہ بھی مشرک ہوگا کیونکہ اس نے اللہ کی صفت میں شریک گردانا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کفار مکہ بتوں کو مخلوق سمجھ کر مدد کے لیے پکارتے اور نذر و نیاز
کرتے تھے، لیکن اللہ نے ان کو اس عمل کی وجہ سے مشرک کہا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص اللہ کے علاوہ

کسی بندہ کو مخلوق سمجھ کر بھی مدد کے لیے پکارے یا نذر و نیاز کرے تو وہ بھی مشرک ہوگا کیونکہ جس طرح اللہ کی ذات کے برابر ماننے سے شرک ہوتا ہے اسی طرح اللہ کی صفات مخصوصہ میں شریک کرنے سے بھی شرک لازم آتا ہے، اور مدد کے لیے پکارنا اور نذر و نیاز کرنا یہ صرف اللہ کے ساتھ مخصوص ہے (جیسا کہ تفصیل سے آچکا ہے) لہذا اس میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا بھی شرک ہی ہوگا۔

سوال نمبر (٣٣): درود تاج ناپسندیدہ ہے اور پڑھنا ناجائز ہے؟

جواب: سب سے پہلے یہ بات جاننا ضروری ہے کہ درود تاج کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے الفاظ کیا ہیں؟ تا کہ مسئلہ بالکل آسان ہو جائے، درود تاج کے الفاظ ملاحظہ ہو.....

" اللّٰهم صل علی سیدنا محمد دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والألم الخ ..... "

اس درود شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مصیبتوں، پریشانیوں اور مرضوں اور تکلیفوں کو دور کرنے والا بتلایا گیا ہے، حالانکہ تکلیف کو دور کرنا، مصیبتوں اور بلاؤں کو ہٹانا یہ سب اللہ کی صفت خاصہ میں سے ہیں، اللہ کے علاوہ کوئی بھی مصیبتوں اور بلاؤں کے دور کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے اور نہ کوئی شخص نفع اور نقصان پہنچانے کا مالک ہے جیسے کہ قرآن میں ارشاد ربانی ہے قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ ﴾ (سورۃ الاعراف آیت ١٨٨) اور اسی طرح دوسری جگہ یہ ہے ﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ﴾ (پ، النمل، ع:١) اس طرح بہت سی آیتیں اور حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نفع نقصان پہنچانے اور مصیبتوں کو دور کرنے کا اختیار نہیں ہے، حالانکہ اس درود تاج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ اختیارات ثابت کیے گئے ہیں، جو قرآن و حدیث کے خلاف ہیں جس کی وجہ سے یہ درود ناپسندیدہ اور ناجائز ہے۔

سوال نمبر (٣٤): دیو بندیوں کے ایک بڑے عالم (سید احمد رائے بریلوی) کو حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے نہلایا اور حضرت فاطمہؓ نے (اس برہنہ کو) اپنے ہاتھ سے کپڑے پہنائے؟

جواب: اس اعتراض کا مدار صراط مستقیم کی ایک عبارت پر ہے، معترض صاحب نے یہاں بھی خیانت کی ہے کیونکہ یہ واقعہ خواب کا ہے معترض صاحب پر یہ بات لازم تھی کہ یہ ذکر کرتے کہ یہ واقعہ خواب کا ہے، لیکن انہوں نے اس طرح ذکر کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بیداری کا ہے حالانکہ یہ واقعہ خواب کا ہے اور خواب حجت شرعیہ نہیں ہوتا ہے، اور نہ خواب سے کوئی الزام عائد ہوتا ہے، اور نہ اس کی وجہ سے کسی کو مورد الزام ٹھہرایا جا سکتا ہے، اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے ذریعہ کسی کی توہین ہوتی ہے، جیسا کہ تاریخ کی بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ نے خواب میں دیکھا کہ کثیر تعداد میں لوگ جمع ہو کر سب باری باری اس سے مجامعت کر رہے ہیں، اس خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ زنا کیا گیا ہے لہذا اس پر استبراء رحم بھی لازم ہونا چاہئے اور جو زنا کے لوازمات ہیں سب لازم ہونے چاہئیں، لیکن کسی بھی عالم نے اس کا فتوی نہیں دیا، کیونکہ یہ واقعہ خواب کا ہے، اور خواب سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا، اسی طرح صراط مستقیم میں ذکر کردہ واقعہ بھی ایک خواب سے متعلق ہے۔ (صراط مستقیم ص:١٦٤)

لہذا اس سے بھی کوئی الزام عائد نہیں کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے (معاذ اللہ) حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی توہین کی ہے، ہاں اب بھی اگر کوئی اس جیسے خواب کی وجہ سے کسی پر الزام عائد کرے تو یہ اس کے تعصب و عناد کی دلیل ہے (اللہ ہدایت نصیب فرمائے)۔

سوال نمبر (٣٥): میلاد شریف، معراج شریف، عرس شریف، سوم، چہلم، فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب سب ناجائز، بدعت، غلط اور کافروں ہندوؤں کا طریقہ ہے؟

جواب: یہ ضروری نہیں کہ کوئی چیز اصل ہی میں بری ہو تو ہی بدعت ہوگی، بلکہ وہ اہم طاعات اور عبادات بھی جن کو شریعت نے مطلق چھوڑا ہے، ان میں اپنی طرف سے قیودات

لگا دینا یا ان کی کیفیات کو بدل دینا یا پھر اپنی طرف سے اوقات کا تعین کر دینا، یہ بھی شریعت کی اصطلاح میں بدعت ہوا کرتا ہے، اور شریعتِ اسلامیہ میں ان جیسی بدعات کا ثبوت نہیں ملتا۔ حضرت ابو ہریرہؓ آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں "عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تختصوا ليلة الجمعة لقيام من بين الليالي ولا تختصوا يوم الجمعة لصيام من بين الأيام إلاّ أن يكون في صوم يصوم أحدكم".

(مسلم شريف : ص: ۳۶۱)

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی فضیلت نمازِ جمعہ کی وجہ سے ہے، محض اس فضیلت کے سبب جمعہ کی رات کو نماز وغیرہ کے لیے اور دن کو روزے کے لیے خاص کرنا صحیح نہیں ہے، نیز علامہ ابو اسحاق شاطبیؒ بدعات کی تعیین کے تعلق سے تردید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں "ومنها التزام الكيفيات والهيئات المعينة كالذكر بهيئة الإجتماع على صوت واحد إلى أن قال: ومنها التزام العبادات المعينة في أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين في الشريعة".

(الاعتصام : ج ۱، ص: ۳۴، دار الفكر بيروت)

لہٰذا سوال میں ذکر کردہ تمام چیزوں (میلاد شریف، معراج شریف، عرس شریف، سوم، چہلم، فاتحہ خوانی اور ایصالِ ثواب) میں بھی اپنی جانب سے ان اوقات اور ان کیفیات کا تعین کرنا، جن کا شریعت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا، ناجائز اور بدعت ہے، نیز یہ آپ علیہ السلام کے فرمانِ مبارک "من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو ردٌّ" (بخاری شریف ج:۱ ص:۳۷۱) کے عین مطابق ہے، اب ہم امور مذکورہ میں سے ہر ایک کے بدعت ہونے پر قرآن حدیث کی روشنی میں تفصیلی بحث کریں گے تا کہ بات بالکل واضح ہو جائے۔

☆ ☆ ☆

محفلِ میلاد

اس میں شک وشبہ کی ادنی گنجائش بھی نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق وعقیدت اور محبت عینِ ایمان ہے، اور آپ کی ولادت سے لے کر وفات تک کی زندگی کے ہر شعبہ کے صحیح حالات وواقعات اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے افعال واقوال کو پیش کرنا رحمتِ خداوندی کے نزول کا باعث ہے، اور ہر مسلمان کا یہ فریضہ ہے کہ وہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی زندگی کے حالات معلوم کرے، اور ان کو مشعلِ راہ بنائے، سال کے ہر مہینے میں اور مہینے کے ہر ہفتہ میں اور ہفتہ کے ہر دن میں اور دن کے ہر گھنٹہ اور ہر منٹ میں کوئی وقت ایسا نہیں کہ جس میں آپ علیہ السلام کی زندگی کے حالات بیان کرنے اور سننے ممنوع ہوں، یہ بات محل نزاع نہیں ہے........ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو مقرر کر کے اس میں میلاد منانا، محفل اور مجلس منعقد کرنا، جلوس نکالنا، اس دن کو مخصوص کر کے مساکین کو کھانا کھلانا، عورتوں اور امرد بچوں کا مجلس میں حاضر ہونا وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خیر القرون سے ثابت ہے؟

اگر ثابت ہے تو پھر کسی مسلمان کو اس میں پس وپیش کرنے کا ہرگز حق حاصل نہیں ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ خیر القرون سے اس کا ثبوت نہ مل سکا ہے اور نہ قیامت تک مل سکے گا، بس صرف اس نکتے پر نگاہ جما کر دوٹوک فیصلہ کر دینا چاہئے، اور حضرت گنگوہیؒ نے میلاد شریف کو جو ناجائز اور غلط کہا ہے اس سے مراد یہی میلاد مروجہ ہے جس کو مبتدعین ایک متعینہ تاریخ میں ایک مخصوص انداز کے ساتھ دین کا جزء سمجھ کر انجام دیتے ہیں، جہاں تک نفسِ ذکرِ ولادت کی بات ہے تو اس کے مندوب ہونے کا کوئی بھی صاحب ایمان انکار نہیں کر سکتا، اور اس باب میں خود حضرت گنگوہیؒ کی صریح عبارت موجود ہے حضرت فرماتے ہیں:

"نفسِ ذکرِ ولادت مندوب ہے اور اس میں کراہت قیودات کے سبب آئیں ہیں" (فتاوی رشیدیہ: ج:۱، ص:۱۰۲)

اس کا قرونِ مشہود لہا بالخیر سے کہیں بھی ثبوت نہیں ملتا، بلکہ صحابۂ کرامؓ یہاں تک فرماتے ہیں کہ "كنا نرى الاجتماع إلى أهل البيت وصنعة الطعام من النياحة" (ابن ماجه ص: ۱۱۷) کہ ہم میت کے گھر اجتماع اور کھانا تیار کرنے کو نوحہ شمار کرتے ہیں (جس کی ممانعت حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے) نیز علامہ ابن امیر الحاج المالکیؒ لکھتے ہیں "اما إصلاح اهل الميت طعامًا وجمع الناس فلم ينقل فيه شيء وهو بدعة" (مدخل: ج:۳، ص: ۲۵۷) نیز خلاصۃ الفتاوی میں ہے "ولا يباح اتخاذ الضيافة عند ثلاثة أيام لأن الضيافة يتخذ عندالسرور" (خلاصة الفتاوى: ج:۲، ص: ۳۴۲) نیز فتح القدیر میں ہے "ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت وهو بدعة مستقبحة (فتح القدير ج: ۱، ص: ۴۷۳) نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں "قرّر أصحاب مذهبنا من أنه يُكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الأسبوع" (مرقاة شرح مشكوة ج:۵، ص: ۴۰۲)

ان تمام عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کے ایصالِ ثواب کے لیے کسی خاص دن اور خاص وقت (سوم چہلم) میں کھانا تیار کرنا بدعت ہے، شریعت سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

فاتحہ خوانی

احادیث مبارکہ سے یہ امر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پر بسم اللہ بھی پڑھی ہے اور بطور برکت ودعا کے مختلف کھانے کی چیزوں پر قرأت بھی کی ہے، اور اشیاء میں اضافہ کے لیے دعائیں بھی کی ہیں یہ تمام امور محلِ نزاع سے خارج ہیں، نزاع صرف اس امر میں ہے کہ میت کے لیے ایصالِ ثواب کے طور پر جو کھانا دیا جاتا ہے، آیا اس پر کچھ پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابۂ کرامؓ نے ایسا کیا ہے؟ تو اس کا آسان اور سہل جواب صرف یہ ہے کہ ایسا کرنا ہرگز ثابت نہیں ہے، بلکہ اس امر کو دین کا جزء سمجھ کر کرنا مذموم اور بدعت شمار ہوگا۔

عرس کرنا

بزرگانِ دین سے حسنِ عقیدت اور محبت "الحب في الله" کے موافق افضل ... اعمال میں داخل ہے، ان کے نقشِ قدم پر چلنا، اور ان کی صحیح معنوں میں پیروی کرنا باعث ... سعادت ہے ان کی وفات کے بعد ان کے لیے شرعی قواعد کے تحت ایصالِ ثواب کرنا، اور ... درجات کے لیے ایصالِ ثواب کرنا ایک پسندیدہ عمل ہے، اگر کسی بزرگ کی قبر قریب ہو تو ... کی زیارت کرنا اور سنت کے مطابق سلام کہنا سب درست اور جائز ہے، لیکن قبروں کی زیارت ... کے لیے دن معین کرنا، اور ایک معین دن میں اجتماع کرنا، ڈھول تاشے وغیرہ بجانا، آپ علیہ الصلاۃ والسلام اور حضرات صحابہ کرامؓ سے ہرگز ثابت نہیں، اور خصوصاً ایک سال کے بعد جو دن متعین کیا جاتا ہے (جس کو مبتدعین عرس سے تعبیر کرتے ہیں) اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ "لاتجعلوا قبري عيدًا" (مشكاة شريف ص: ۸۴) شراح حدیث نے اس کے ایک معنی یہ بھی بیان کئے ہیں کہ "اي لاتجعلوا الزيارة اجتماعكم للعيد" اور یہی اجتماع تو عرس میں ہوتا ہے، اور ایک معنی یہ بیان کئے ہیں "المراد الحث على كثرة الزيارة اي لاتجعلوا كالعيد الذي لاتأتي في السنة إلّا مرة"

(ذكره في المرقاة هامش مشكاة ج: ۱ ص: ۸۴)

اور عرس بھی سال میں صرف ایک مرتبہ کیا جاتا ہے، مزید برآں جب آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی قبر اطہر پر عرس کرنا اور میلہ لگانا درست نہ ہوا تو کسی اور کی قبر پر کیسے درست ہوگا؟۔

سوم، چہلم

میت کی وجہ سے دنوں کی تخصیص کر کے کھانا پکانا، خصوصاً تیسرے، دسویں اور چالیسویں دن بدعت اور مکروہ ہے، اور ایسے کھانے سے بہر حال پرہیز کرنا چاہئے،

چنانچہ فتاوی سمرقندیہ میں ہے کہ "قراءة الفاتحة والإخلاص والكافرون على الطعام بدعة" کہ کھانے پر سورہ فاتحہ سورہ اخلاص سورہ کافرون پڑھنا بدعت ہے۔ (الجنة ص: ۱۵۵)

ایصال ثواب

جمہور اہل اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ میت کے لیے ایصال ثواب کرنا مرو درست اور جائز ہے خواہ بدنی عبادت ہو یا مالی البتہ اس کے لیے چند بنیادی اور اصولی شر ہیں، جن کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) میت اور ایصال ثواب کرنے والا دونوں مؤمن اور مسلمان نیز صحیح العقیدہ ہوں۔

(۲) کسی عبادت میں ریا، نام ونمود اور مصنوعی عزت کا ہرگز سوال نہ ہو۔

(۳) جو مال صدقہ اور خیرات میں دیا جائے وہ حلال اور طیب ہو۔

(۴) جس مال کا صدقہ اور خیرات دیا جائے اس میں کوئی وارث غائب اور نابالغ بچہ نہ ہو

(۵) جو قرآن کریم میت کو پڑھ کر بخشا جائے وہ بلا معاوضہ اور بلا اجرت پڑھا جائے

(۶) اپنی طرف سے دنوں کی اور خاص کیفیتوں کی تعیین نہ کی جائے۔

بدعتی حضرات جو ایصال ثواب کرتے ہیں وہ اس میں ان شرائط کا پاس ولحاظ نہیں کرتے، اور ان ایام اور کیفیات کا تعین کر لیتے ہیں، جن کا ثبوت نہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے ہے نہ صحابۂ کرامؓ سے۔

جب یہ تمام امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابۂ کرامؓ اور تابعین و تبع تابعینؒ سے ثابت نہیں ہیں، اور حضرات فقہائے کرام ان کو بدعت قرار دیتے ہیں تو ان کو ضروری سمجھنا اور اہل سنت اور حنفیت کی علامت قرار دینا اور نہ کرنے والوں کو "وہابی" کہنا اور ملامت کرنا، یہ کہاں کا انصاف ہے؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام رسومات ہندوستان میں ہندوؤں سے ماخوذ ہیں، جو ہر سال کنہیا کا جنم دن مناتے ہیں کھانے پر "بید" پڑھتے ہیں

فرق اتنا ہے کہ وہاں یہ کام پنڈت کرتے ہیں، اور یہاں یہ عشق رسول کا دعوی کرنے والے بنے ہیں...... اللہ رب العزت ہم سب کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اور مسلک اہل سنت پر تادم حیات گامزن فرمائے (آمین)۔

سوال نمبر (۳۶) معروف دیسی کوا کھانا ثواب ہے (مگر شب برأت کا حلوہ ناجائز ہے)؟

جواب: معترض نے یہاں بھی خیانت کی ہے اور دو مسئلے جو الگ الگ مذکور تھے ان کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔

دراصل کوے کی تین قسمیں ہیں، (۱) جس کی غذا صرف غلاظت اور مردار ہے (۲) جو صرف دانا اور غلہ کھاتا ہے مردار بالکل نہیں کھاتا (۳) جو غلاظت اور دانا دونوں کھاتا ہے اس کو "عقعق" کہتے ہیں۔

پہلی قسم بالاتفاق حرام ہے، اور دوسری قسم بالاتفاق حلال ہے، اور تیسری قسم میں اختلاف ہے، چنانچہ امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ اور امام ابو حنیفہ حلت کے قائل ہیں چنانچہ البحر الرائق: ج:۸، ص/۱۷۲، پر ہے:

"والغراب ثلاثة انواع، نوع يأكل الجيف فحسب، فإنّه لايؤكل، ونوع يأكل الحب فحسب، فإنّه يؤكل، ونوع يخلط بينهما وهو ايضًا يؤكل عند الإمام ابي حنيفة وهو العقعق، لأنّه كالدجاجة، وعن ابي يوسف أنه يكره أكله لأنه غالب أكله الجيف والأول اصح" (البحر الرائق ج:۸ص:۱۷۲)

اسی طرح ہدایہ آخرین: ج:۲، ص/۴۴۲، پر ہے:

"ولابأس بغراب الزرع لأنه ياكل الحب ولا ياكل الجيف وليس هي من سباع الطير ولايؤكل الأبقع الذي ياكل الجيف وكذا الغراب قال ابو حنيفةؒ لا بأس بأكل العقعق لأنه يخلط فاشبه الدجاجة

وعن أبي يوسف يكره لأنه غالب أكله الجيف"(هدايه ج:۲ ص:۴۴۲ ")

اسی طرح فتاوی رضویہ ج:۸،ص:۳۶۸ پر ہے۔

''اور خلط کرنے والا جسے عقعق کہتے ہیں، اس کے بولنے میں یکسانیت نہیں، اس میں عق عق پیدا ہوتی ہے اس میں اختلاف ہے اور اصح حل ہے"

(فتاوی رضویہ ج:۸،ص:۳۶۸)

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے اسی تیسری قسم کو جس کا نام "عقعق" ہے حلال کہا ہے کیونکہ وہ مرغی کے مشابہ ہے، اور حضرت اس قول میں تنہا نہیں ہیں بلکہ فقہ احناف بھی ان کے ساتھ ہیں اگر حضرت گنگوہیؒ اس مسئلے کی وجہ سے مورد الزام ٹھہرتے تو فقہائے احنافؒ پر بھی اعتراض وارد ہوگا لیکن معترض نے صرف حضرت گنگوہیؒ پر الزام لگا کر کے بغض وعناد اور تعصب کا ثبوت دیا ہے۔

سوال نمبر (۳۸): نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا جائز ہے؟

جواب: یہ بات بالکل واضح ہے کہ نماز جنازہ سراپا دعا ہے، چونکہ اس میں ثناء، درود ہے، اور تیسری تکبیر کے بعد جو دعائے ماثور " اللّٰهم اغفر لحيّنا وميّتنا " الخ پڑھی جاتی ہے وہ بھی سراسر دعا ہے، مزید یہ کہ نماز جنازہ کے بعد متصلاً سب کو روک کر دعا کا التزام کرنا یہ سنت سے ثابت نہیں ہے، اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ میں سے کسی کا عمل بھی نہیں ہے، اور ہر وہ عمل جو آپ علیہ السلام اور صحابہؓ سے ثابت نہ ہو وہ موجب وعید ہے جس کا ترک واجب ہے۔

چنانچہ "الاعتصام ج:۲،ص:۳۱۰، پر حضرت حذیفہؓ کا فرمان ہے "كل عبادة لم يتعبّدها أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا تعبّدوها " یعنی ہر وہ عبادت جس کو حضورؐ نے نہیں کیا تم بھی مت کرنا، نیز "تلبيس ابليس ص: ۹، پر مذکور ہے کہ "و القول و العمل لاتقبل مالم توافق السنة "یعنی وہی قول وعمل قابل قبول ہوتے ہیں جو سنت نبوی کے عین مطابق ہوں، اسی طرح" بخاری شریف ج:۱،ص:۳۷۱، مسلم شریف ج۲،ص:۷۷، کی مشہور روایت ہے کہ " من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد" یعنی جس کسی نے دین میں کوئی غیر شرعی وغیر دینی بات کو ایجاد کیا تو اس کی وہ بات مردود ہے۔

نیز نماز جنازہ کے متصلاً بعد دعاء کا عدم ثبوت وعدم جواز اسلاف سے بھی ثابت ہے چنانچہ ملا علی قاری" مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج:۴،ص:۸۴" پر تحریر فرماتے ہیں کہ "ولا يدعوا للميت بعد صلاة الجنازة لأنه يشبه الزيادة في صلاة الجنازة"

(مرقاة ج:۴،ص:۸۲)

نیز صاحب فتاوی بزازیہ فرماتے ہیں کہ " لايقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة لأنه دعا مرّة لأن اكثر دعاءً" (بزازيه مع هنديه ج:۱،ص/۸۰)

ان سب احادیث واقوال صحابہؓ وتابعینؒ سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے متصلاً بعد دعا کرنا سنت سے ثابت نہیں ہے، اور غیر ثابت شدہ امر کا اختراع بدعت ہے، اور ہر بدعت ضلالت ہے، جو موجب دخول جہنم ہے، (اعاذنا الله).

سوال نمبر (۳۹): ہندو کی ہولی دیوالی کا پرشاد وغیرہ جائز ہے (مگر فاتحہ نیاز کا تبرک ناجائز ہے)؟

جواب: معترض نے یہاں بھی خیانت سے کام لیا ہے اور دو جگہوں کی الگ الگ عبارتیں ایک ساتھ ملا دیں، جس سے دیکھنے والے کو یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی جگہ کی عبارتیں ہیں، فاتحہ کا نیاز کا تبرک ناجائز ہے یہ حضرت کی عبارت میں موجود ہی نہیں ہے، اور حضرت کی عبارت ایک سوال کے جواب میں ہے۔

سوال وجواب ملاحظہ ہو........

''سوال: فاتحہ مروجہ یعنی طعام را بر و نہادہ است برداشتہ چہ حکم دارد؟

جواب: ایں طور مخصوص نہ در زمان آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بود نہ زمان خلفاء بلکہ وجود آں در قرون ثلاثہ کہ مشہود لہا بالخیر اند منقول نشدہ وحالا در حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا عادت خواص نیست واگر کسے ایں طور مخصوص بعمل آورد آں طعام

حرام نیست بخوردنش مضائقہ نیست واین رابمیت رسانند وطعام رابہ نیست تصرف
بفقراء خورانند وثوابش نیز باموات رسانند" (فتاوی رشیدیہ ص:۱۴۱ مکتبۃ الحق)

حضرت سے کسی نے سوال کیا کہ کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھانے کا کیا حکم ہے؟

حضرت نے جواب دیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور خلفاء
راشدین اور قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر کے زمانے میں اس طرح کا عمل کبھی نہیں کیا گیا، اور
بھی حرمین شریفین میں خواص اس کو نہیں کرتے، اور اگر اس طرح کوئی کرے تو اس کا کھانا حرام
نہیں، اور کھانے میں کوئی حرج نہیں، ہاں بہتر ہے اس کا ثواب میت کو پہنچائے اور فقراء کو بہ
ثواب صدقہ کردے اور (ایصالِ ثواب کے لیے) اسی طریقہ کو ضروری جاننا برا ہے۔

آپ خط کشیدہ عبارت بہ غور پڑھیے اس میں صاف موجود ہے کہ اس کا کھانا جائز
لیکن معترض نے کتنی بڑی خیانت کی اور لکھا کہ فاتحہ کا تبرک ناجائز ہے، اللہ ہم سب کو ا
خائنوں سے محفوظ رکھے۔

اب رہا سوال کا پہلا جز ہندؤں کی ہولی، دیوالی کا پرشاد وغیرہ جائز ہے وہ بھی ا
سوال کا جواب ہے.......

"سوال: ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاذ یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا
پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں، ان چیزوں کا لینا اور کھانا حاکم اور استاذ و نوکر
مسلمان کو درست ہے یا نہیں؟

جواب: درست ہے"

(فتاوی رشیدیہ ص:۴۷۱، مکتبۃ الحق ممبئی)

یہ سوال و جواب کی عبارت ہے اس میں حضرت نے صرف درست ہونے کا فتوی
ہے یعنی فی نفسہ حلال ہے، کیونکہ اس میں حرمت کی کوئی چیز موجود نہیں ہے، اور حرمت کی کوئی
علت یا سبب نہیں پایا جارہا ہے، اس لیے کہ یہ ہدیہ ہے اور ہدیہ قبول کرنا اور دینا ایک طرح
معاملہ ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے معاملہ کیا ہے چنانچہ ایک یہودی سے قرض

بھی لیا، اور اسی طرح ایک یہودی کے پاس زرہ بطور رہن بھی رکھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے غیر مسلموں سے تحفہ قبول بھی کیا اور اس کو تناول بھی فرمایا، چنانچہ مستدرک حاکم ج:۴، ص:
۱۳۵، پر حضرت ابو سعید خدریؓ سے ایک روایت منقول ہے کہ" ہندوستان کے ایک راجہ نے
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک زنجبیل (تازہ ادرک یا خشک سونٹھ) کا تحفہ بھیجا جسے
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا، اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے صحابہؓ میں تقسیم بھی فرمایا
اور خود بھی تناول فرمایا۔ (مستدرک حاکم ج:۴، ص:۳۵)

اس طرح کے بہت سے واقعات دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رونما ہوئے جن سے
پتہ چلتا ہے کہ غیر مسلم کا ہدیہ لینا اور اس کو کھانا جائز ہے، جب کہ حرمت کا کوئی سبب نہ پایا
جائے، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت گنگوہیؒ کا یہ فتوی شریعت کی رو سے بالکل درست
ہے، اور یہ عین شریعتِ مطہرہ کے مطابق ہے۔ (اللہ حق بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین)

سوال نمبر (۴۰): ہندو (مشرک پلید) کی سودی روپے کی کمائی سے لگائی ہوئی
پیاؤ یعنی سبیل کا پانی جائز ہے (مگر محرم کے مہینے میں سیدنا امام حسین کے ایصالِ ثواب کے لیے
مسلمان کی حلال کمائی سے لگائی گئی سبیل وغیرہ کا پاک پانی حرام ہے)؟

جواب: معترض نے حسب عادت یہاں بھی شدید خیانت سے کام لیا ہے، کیونکہ
حضرتؒ کی عبارت میں "پانی کے حرام ہونے" کا تذکرہ ہی نہیں ہے، بلکہ فتاوی رشیدیہ کی
عبارت میں تو محرم کے مہینے میں ذکر شہادتِ حسین یا پھر سبیل لگانا یا شربت پلانا وغیرہ امور کے
تشبہِ روافض کی وجہ سے حرام ہونے کا تذکرہ ہے، مسلمان کی حلال کمائی سے لگائی ہوئی سبیل
وغیرہ کے پاک پانی کے حرام ہونے کا قطعاً ذکر نہیں ہے چنانچہ حضرت کی اصل عبارت ملاحظہ
ہو تا کہ خیانت طشت از بام ہو جائے.......

"جواب: محرم میں ذکرِ شہادتِ حسین کرنا اگرچہ بروایاتِ صحیحہ ہو یا سبیل لگانا، شربت
پلانا، یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا، یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہِ روافض کی وجہ سے
حرام ہیں" (تالیفاتِ رشیدیہ ص:۱۳۲، مکتبۃ الحق ممبئی)

رہی بات ماہِ محرم میں سبیل لگانے، شربت پلانے، وغیرہ کی حرمت کی تو اس سلسلے میں گزارش
ہے کہ..... مسلمان کا اپنی حلال کمائی سے سبیل لگانا فی نفسہ جائز بلکہ کارِ ثواب ہے، لیکن چونکہ ماہِ محرم
سبیل وغیرہ لگانا چند مفاسد پر مشتمل ہوا کرتا ہے، جن میں سب سے اہم امر یہ ہے کہ ان جملہ
ارتکاب شیعہ حضرات کرتے ہیں جو شرعاً بہ حکم مرتد ہیں اور مرتد کا حکم شرعاً کافر سے بھی بدتر ہے، شریعت
نے مرتد سے قطع تعلق اور کسی بھی طرح کا معاملہ نہ کرنے کی تعلیم دی ہے، چنانچہ فتاوی ہندیہ میں
"وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام وأحكامهم أحكام المرتدين "

(الفتاوی الہندیۃ ج:۲،ص:۲۷۷، مکتبہ اتحاد دیوبند)

مزید برآں سبیل وغیرہ لگانے میں شیعوں کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ "ہمارا مقصود سیدنا حضرت حسین
کی پیاس بجھانا ہے" اور "یادِ حسین میں ہم یہ پانی تقسیم کرتے ہیں" وغیرہ وغیرہ اور ان جیسے بہت
مفاسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے یہ جملہ امور ناجائز اور حرام ہیں، اور جہاں تک کافر کی سودی کمائی
لگائی ہوئی پیاؤ سے پانی کے جواز کے بات ہے تو اس کی وضاحت یہ ہے کہ ہندو (کافر) سوائے ا
کے دیگر احکام شرعیہ کا بالکل بھی مکلف نہیں ہے، جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب ا
شرح حسامی میں اس کی صراحت کی ہے کہ "لم یجب علی الكافر شيء من الشرائع".

(النامی شرح حسامی ج: ۲، ص: ۸۳)

نیز "فتح القدیر" للعلامہ ابن الحی میں مذکورہ ہے کہ "الخمر لهم كالخل لنا
والخنزير لهم كالشاة لنا" (فتح القدیر ج: ۹، ص: ۵۶

نیز درِّ مختار میں ہے کہ "جاز أخذ دين على كافر من ثمن خمر لصحة بيعه"

(الدر المختار مع رد المحتار ج:۹، ص: ۵۵۳، زکریا)

ان جملہ عبارات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ کافر احکام شرعیہ کا بالکل مکلف نہیں ہے او
اس کے حق میں اس کی سودی کمائی حلال و جائز ہے، لہٰذا اگر کوئی کافر (ہندو) اپنی سودی کمائی
سے پانی کی پیاؤ سبیل وغیرہ بہ نیتِ نیک کام لگائے تو مسلمانوں کے لیے اس کے استعمال
وانتفاع میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

باب دوم

فرقۂ رضاخانیت
کے
گستاخانہ عقائد

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مفتی احمد یار خاں کا گستاخانہ عقیدہ

(۴) مفتی احمد یار خاں صاحب شب معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس رات مسجد اقصیٰ میں پہنچے تو انبیائے کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال میں مجری کیا (معاذ اللہ)۔

''نماز کی تیاری ہے، امام الانبیاء کا انتظار ہے، دلہا کا پہنچنا تھا کہ سب نے سلامی مجری ادا کیا'' (مواعظ نعیمیہ حصہ اول ص:۷)

(۵) مولانا احمد رضا خاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قسمتوں کا مالک قرار دیتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ محو و اثبات کے دفتر پر آخری افسر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی مقرر کردہ ہے۔

میری تقدیر بری ہو تو بھلی کردے کہ
ہے محو و اثبات کے دفتر پر کڑوڑا تیرا

(حدائق بخشش حصہ اول: ص:۳)

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح دینا

(۶) مولانا احمد رضا خاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ولی کیا مرسل آئیں خود حضور آئیں
وہ تیری وعظ کی مجلس ہے یا غوث

(سلطنت مصطفیٰ ص:۴۴ نعیمی کتب خانہ گجرات)

تشریح: ولی کا کیا مقام ہے یہاں تو پیغمبر بھی حاضری دیتے ہیں بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی نصیحت سننے کے لیے آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں۔

قارئین! حضرت غوث پاک کی تعریف بیان کرنے کا ایسا انداز جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور توہین لازم آئے ہرگز لائق قبول نہیں، ولی بڑے سے بڑا ہی کیوں

اللہ تعالیٰ کے متعلق فرقۂ رضا خانیت کے عقائد

(۱) مولانا احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور کا ٹکڑا تھے جو بشریت کے پردے میں زمین پر اترے تھے۔ خاں صاحب لکھتے ہیں......

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

(حدائق بخشش حصہ اول ص:۸۰)

پہلے مصرع میں یہ بات کہی گئی کہ بشریت کے پردے میں آپ علیہ الصلاۃ والسلام خدا کے نور ہیں پردہ اٹھا دیں تو واضح ہو جائے گا کہ آپ خود خدا ہیں (معاذ اللہ)۔

(۲) رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازق جہاں ہے۔

مولانا احمد رضا خاں تحریر فرماتے ہیں:

اور کہے کہ اللہ پھر رسول خالق السموات والارض ہیں، اللہ پھر رسول اپنی ذاتی قدرت میں رازق جہاں ہیں تو یہ شرک نہ ہوگا۔ (الامن والعلی ص: ۱۵۱)

(۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا ہونے کا دعویٰ:

یہ بات معروف ہے کہ بریلوی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے نور ذات کا جز قرار دیتے ہیں، اور ان کے واعظ نور من نور اللہ کی گردان کراتے ہیں، اس عقیدہ کی حمایت میں انہوں نے ایک مجموعہ نعت نور محمد کے نام سے شائع کیا ہے، جس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں...

میں سو جاؤں یا مصطفیٰ کہتے کہتے — کھلے آنکھ صل علی کہتے کہتے
حبیب خدا کو خدا کہتے کہتے — خدا مل گیا مصطفیٰ کہتے کہتے

حبیب خدا کو خدا ماننا اور حضور کو خدا کہنا قطعاً کفر ہے (یہ مجموعۂ نعت بریلویوں نے آرٹ پریس لاہور سے چھپوا کر بک ڈپو نولکھا بازار لاہور سے شائع کیا ہے)۔

نہ ہو کسی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توہین

(٧) مفتی احمد یار خاں حضرت ابراہیمؑ کے ذکر میں لکھتے ہیں

"بعض مشرکین آپ کو کرشن کہہ کر آپ کا احترام کرتے ہیں، مجھ سے ایک مذہبی ہندو نے کہا کہ جنہیں تم ابراہیم کہتے ہو انہیں ہم کرشن بھی کہتے ہیں، اور حضرت اسماعیل کو ارجن" (تفسیر نور العرفان ص:٤٩٢)

ایک اور گستاخی: حضور ﷺ حضرت معین الدین کی صورت میں

(٨) غلام جہانیاں لکھتے ہیں۔

وہ مدنی محمد معین بن کے آیا — غضب کا جوان حسین بن کے آیا
میری لاکھ جانیں ہو قرباں اس پر — جو یثرب سے چل چشتین بن کے آیا

(نفت اقطاب ص:١٦٨)

ولی اللہ کتنے ہی اونچے مرتبہ پر کیوں نہ ہو عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہیں ہو سکتا۔

صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن قاریؓ کی تکفیر

(٩) صحابہ کے بارے میں بریلوی روش آپ کے سامنے ہے، قبیلۂ بنو قارہ کے عبدالرحمٰن قاری صحابی رسول تھے۔ (تہذیب جلد نمبر ٦ ص:٢٢٣)

ان کے بارے میں سنئے ایک بار عبدالرحمٰن قاری جو کہ کافر تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آپڑا۔ (ملفوظات حصہ دوم ص:٤٤)

حضرت عبدالرحمٰن قاری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت المال پر مامور تھے علمائے مدینہ میں ان کا شمار ہوتا ہے مولانا احمد رضا خاں نے ان پر جو طبع آزمائی کی ہے یہ ایک بہت بڑی زیادتی ہے مولانا احمد رضا خاں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن کی وفات کفر پر تھی اور حضرت ابوقتادہ نے انہیں قتل کیا تھا (استغفر اللہ ھذا بھتان عظیم)

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں.....

اس محمدی شیر (حضرت ابوقتادہؓ) نے خوک شیطان (عبدالرحمٰن قاری) کو دے مارا۔

(ملفوظات حصہ دوم ص:٤٦)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں گستاخی

(١٠) مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اپنی چلبلی طبیعت میں آ کر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں گستاخی کر دی، اور وہ فحش زبان استعمال کی کہ کوئی شریف انسان اپنی ماں کے بارے میں اس قسم کی شرمناک بات نہیں کہہ سکتا، چہ جائے کہ اس ماں کے بارے میں جو تمام مؤمنین کی ماں ہے، اور جس کی عزت پر کروڑوں ماؤں کی عزتیں نچھاور کی جا سکتی ہیں مگر مولانا احمد رضا خاں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں لکھتے ہیں:

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار — مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن میری دل کی صورت — کہ ہوئے جاتے ہیں جامے سے بروں سینہ و بر

(حدائق بخشش حصہ سوم ص:٣٧)

یعنی آپ اتنا چست و تنگ لباس پہنتی تھیں کہ قبا سر سے لے کر کمر تک بالکل کھچ جاتی تھی، گویا ابھی پھٹ پڑے، جوانی کا ایسا ابھار تھا کہ سینہ اور پہلو کپڑے سے باہر ہوئے جاتے تھے (معاذ اللہ)۔

نوٹ: بریلوی لوگ جب اس کے جواب سے عاجز آ جاتے ہیں تو اپنی عوام کو مغالطہ دینے کے لیے یہ کہہ دیتے ہیں کہ حدائق بخشش دو حصوں میں مکمل ہے اس کا کوئی تیسرا حصہ نہیں علمائے دیوبند نے اس کو اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے، یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے، خود کچھوچھوی صاحب کے صاحب زادے مدنی میاں ممبئی سے ایک ماہنامہ "المیزان"

Scanned by CamScanner

نکالتے تھے، ادارۃ المیزان نے ۱۹۷۶ء میں اس کا امام احمد رضا نمبر نکالا تھا، اس کے صفحہ (۴۴۷، ۴۴۸، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳) پر حدائق بخشش حصہ سوم کے کئی حوالے موجود ہیں۔

امہات المؤمنین کی شان میں گستاخی

(۱۱) کوئی ہونہار بیٹا اپنی ماں کے بارے وہ بات نہیں کہہ سکتا جو ایک گستاخ بخت نے ان ماؤں کے بارے میں کہی ہے، پھر یہ وہ مائیں ہیں جن کے ساتھ صرف احترام کا ہی تعلق نہیں بلکہ ایمان کا بھی تعلق ہے، نیز اس گستاخی سے خود احترامِ رسالت بھی بری طرح مجروح ہوتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں ارشاد فرماتے ہیں:

"کہ انبیاء کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرہ پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں" (استغفر اللہ استغفر اللہ)

(ملفوظات حصہ سوم، ص:۲۸)

اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے

(۱۲) مولانا احمد رضا خاں صاحب الامن والعلی میں تحریر فرماتے ہیں.......

ابو طالب نے عرض کیا اے بھتیجے میرے لیے میری تندرستی کی دعا کیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی الٰہی میرے چچا کو شفا دے، یہ دعا فرماتے ہی ابو طالب اٹھ کھڑے ہوئے جیسے کسی نے بندش کھول دی ہو، حضور سے عرض کیا اے میرے بھتیجے بے شک حضور کا رب حضور کی اطاعت کرتا ہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلمہ پر انکار نہ فرمایا بلکہ تاکیداً وتائیداً ارشاد فرمایا اے چچا اگر تو اس کی اطاعت کرلے تو وہ تیرے ساتھ بھی یہی معاملہ فرمائے گا۔

(الامن والعلی ص:۱۰۶، رضا اکیڈمی ممبئی)

تنبیہ: یہ ہے احمد رضا خاں صاحب کا دین و مذہب کہ اللہ تعالیٰ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلمۂ کفر کے کہنے پر بھی ابو طالب کو انکار نہیں فرمایا بلکہ بقول ان کے تاکیداً وتائیداً ارشاد فرمایا: کہ اگر تو بھی اس کی اطاعت کرنے لگے تو تیرے ساتھ بھی یوں ہی معاملہ فرمائے گا یعنی تیری بھی اطاعت کرنے لگے گا۔ (نعوذ باللہ)

جامِ کوثر مولوی احمد رضا بھی پلائیں گے

(۱۳) نغمۃ الروح میں لکھا ہوا ہے کہ.......

جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے
جام کوثر کا پلا احمد رضا

(نغمۃ الروح ص:۹)

یہ ہے مولوی احمد رضا خاں کا دین و مذہب، جس میں اب ساقیٔ کوثر حضور نہ رہے بلکہ یہ مقام و مرتبہ مولوی احمد رضا بریلوی کو حاصل ہوگیا۔

مولوی احمد رضا کے عین حضور ہونے کا دعویٰ

(۱۴) بریلوی مذہب کی رو سے جب نکیرین قبر میں سوال کریں گے تو کس کا ہے؟ تو مولوی احمد رضا خاں کا نام لیا جائے گا جیسا کہ نغمۃ الروح میں لکھا ہوا ہے۔

نکیرین آکے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے
ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا کا

(نغمۃ الروح ص:۲۵)

تنبیہ: یہ بات از روئے شریعت ثابت ہے کہ انسان سے قبر میں تین طرح کے سوال کیے جائیں گے تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور اس شخص کے بارے میں تو کیا رائے رکھتا ہے؟ لیکن مولوی احمد رضا بریلوی کے مذہب میں یہ سوالات نہیں ہوں گے بلکہ

صرف یہ سوال ہوگا کہ تو کس کا ہے، اور جب یہ سوال ہوگا تو مولوی احمد رضا کے دین و مذہب
ایمان لانے والے ادب سے سر جھکا کر مولوی احمد رضا بریلوی کا نام لیں گے، یہ ہے بریلوی
کے عشق نبوی کا ڈھونگ جس کی جھلک آپ کے سامنے ہے۔

مولوی احمد رضا کا مردہ کو زندہ کرنا

(۱۵) تجلیات امام احمد رضا میں لکھا ہوا ہے شیخ حبیب الرحمٰن صاحب اسکیزنگ
سپرنٹنڈنٹ پولس (حال متعین محکمہ اینٹی کرپشن لاہور) کا واقعہ ہے کہ بچپن میں آپ کو
اور اس میں آپ کا انتقال ہو گیا گھر میں کہرام مچ گیا کہ اکلوتا ہی لڑکا تھا اور وہ بھی ختم ہو گیا
وغیرہ کا انتظام ہونے لگا شیخ صاحب فرماتے ہیں: میرے والدین بریلی شریف میں
حضرت کے زیر سایہ ایک قریبی مکان میں رہائش پذیر تھے والدہ روتی ہوئی اعلیٰ حضرت کے
پاس پہنچیں اور رو رو کر کہنے لگیں: حضور میرا لڑکا چاہئے اس کو زندہ کیجئے اعلیٰ حضرت نے چھڑی
اٹھائی اور شیخ صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے، سب لوگ تعظیماً کھڑے ہو گئے اور یہ سمجھے
کہ اعلیٰ حضرت بھی تعزیت کے لیے تشریف لائے ہیں، اعلیٰ حضرت نے فرمایا پردہ کیجئے ذرا ہم
بھی دیکھیں، پردہ ہوا، اعلیٰ حضرت میت کے قریب پہنچے تو والدہ پھر چیخنے چلانے لگیں کہ میرا لڑکا
زندہ کیجئے مجھے اور کچھ نہیں چاہئے، اعلیٰ حضرت نے بچے کے اوپر سے کپڑا ہٹایا اور بسم اللہ
شریف پڑھ کر فرمایا آنکھیں کیوں نہیں کھولتا، دیکھ تو تیری والدہ کیا کہہ رہی ہیں، اتنا فرمانا تھا کہ
بچے نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور رونا شروع کر دیا اعلیٰ حضرت نے فرمایا یہ بچہ تو زندہ ہے کون
کہتا ہے کہ مر گیا پھر تو ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی اعلیٰ حضرت نے اس پر محبت و شفقت کا ہاتھ
پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا اور چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ معلوم ہونے لگی۔

(تجلیات امام احمد رضا ص:۱۰۴، مکتبۃ المصطفیٰ بریلی)

یہ ہے بریلوی دین و مذہب کے بانی مولوی احمد رضا بریلوی کا حال جن کو خدائی اختیار
بھی حاصل تھے، اللہ تعالیٰ جس کے اوپر موت طاری فرما دیں مولوی احمد رضا بریلوی اپنے

خدائی اختیار استعمال کر کے اس کو زندہ کر دیتے ہیں حالانکہ موت و حیات صرف اللہ کے قبضہ
میں ہیں، مارنا اور زندہ کرنا اللہ کی قدرتِ خاصہ ہے جو دوسرے کو ذرہ برابر بھی حاصل نہیں ہے۔

شیطان کے لیے علم غیب کا ثبوت

(۱۶) مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں.......
شیطان کو بھی آئندہ غیب کی باتوں کا علم دیا گیا ہے۔ (نور العرفان ص:۲۴۱)

حضور کا زوجین کی صحبت کے وقت موجود ہونا

(۱۷) مولوی محمد عمر صاحب اچھروی تحریر فرماتے ہیں........
حضور صلی اللہ علیہ وسلم زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر و ناظر (موجود اور دیکھنے والے) ہوتے ہیں۔ (خلاصہ مقیاس حنفیت ص:۲۸۲)

حضرت ابو ہریرہؓ کے متعلق

(۱۸) پھر ان لوگوں کا صحابۂ کرام کے بارے میں انداز کلام دیکھئے، حضرت ابو ہریرہؓ
کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں.......
ابو ہریرہ فتح خیبر میں مسلمان ہوا پس قطعاً متأخر...........
(نجم الرحمٰن ص:۷، المطبوعہ لاہور)

اس عبارت میں نہ "حضرت" کا لفظ ہے نہ "رضی اللہ عنہ" کا نہ احتراماً جمع کے لفظ سے
ذکر کیا ہے، کیا ایسا شخص صحابۂ کرامؓ سے عشق و محبت کا دعویدار ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

صحابی رسول حضرت عبد اللہ ابن مکتومؓ کی گستاخی

(۱۹) بریلویوں کے مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں.......
عشاق آداب سے بے خبر ہوتے ہیں ان کے ایسے قصور معافی کے لائق ہیں اس لیے

انہیں نابینا فرمایا یعنی جو آپ کے عشق میں آداب سے نابینا ہے۔ (نور العرفان، ص...)

غور کیجئے کہ ایک ممتاز صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ ابن مکتومؓ کو کس بے دردی [illegible] آداب سے اندھا کہا جا رہا ہے، یہ لوگ تو وہ تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت [illegible] تزکیۂ قلوب کی نعمت پا چکے تھے ظاہری آنکھوں سے نابینا ہونا یہ کوئی عیب نہیں ہے اللہ تعالیٰ [illegible] تخلیق ہے جس کے چاہے پیدا کر دے اور جس کے چاہے پیدا نہ کرے لیکن باطنی آنکھوں [illegible] نابینا ہونا بلاشبہ ایک عیب ہے حضور کے پاس حاضر ہونے کے آداب سے اندھا ہونا ایک [illegible] کمزوری ہے، افسوس کہ بریلوی مفتی صاحب نے حضرت عبداللہ ابن مکتومؓ کے ظاہری طور [illegible] نابینا ہونے کو باطنی طور پر نابینا ہونے پر محمول کر دیا۔

غوث پاک کے بغیر زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے

(۲۰) ملفوظات اعلیٰ حضرت میں لکھا ہوا ہے.......

"بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول، ص: ۱۲۰)

تنبیہ : مولوی احمد رضا خاں کا یہ عقیدہ سراسر قرآن کے خلاف ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ﴿ إِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴾ پ۲۲ رکوع : ۵).

ترجمہ: بے شک اللہ ہی زمین و آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ٹل نہ جائیں اور اگر وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو اس کے بعد انہیں کوئی بھی تھام نہیں سکتا۔

اس آیتِ کریمہ میں بالکل صاف اور واضح ہے کہ زمین و آسمان کو اللہ تھامے ہوئے ہے، اور احمد رضا خاں کا یہ عقیدہ رکھنا کہ بغیر غوث پاک کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے، اس آیت کے سراسر خلاف ہے۔ (اللہ ہم سب کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین)

تم الکتاب بعون اللہ وفضلہ

جدہ سے موصول شدہ سوال نامہ پیشِ خدمت ہے

Darul Uloom Deoband

From: "Anwar Ali" [illegible]
Date: Monday, March 23, 2015 11:34 AM
To: [illegible], "Najeeb Qasmi" [illegible]
Attach: Deobandi Aqaid Per Ali Nazar - Deobandiat ki [illegible].doc
Subject: Fw: Deobandi Aqaid Per Ali Nazar

As salamualikum

Janab Mohtamim Sahib (Darul uloom Deoband) and Maulana Abdul Khaliq & Maulana Riyasat ali sahib

Janab Maulana Najeeb Sahib (Representing Qasmi Brothers in Saudi Arabia)

I am working in S.A Jeddah since last 26 years and such questions/objection receiving frequently. Can u please read attachment and tell us what is the fact i.e. jo hawaale attachment main diye gaye hain unka asliyat se kya taaluq hai. Please response satisfactory and do not tell ke is tarah ke [illegible] and sawalat aate rehte hain aur hum ko ig-nore kar dena chahiye, please try to understand ke ab ignore and nazar andaz karne ka zamana chala gaya - new generation needs mudallal proof (Saboot chahiye)

Please do not mind.

Allah Hafiz
Anwar ali Qasmi
(Translator in Shipping Co, Jeddah)
00966-509650260

3/26/2013

آجکل ہر جگہ یہ بات موضوع بحث بنی رہتی ہے کہ وہابی دیوبندی کون ہیں؟ اور ان کے عقائد کیا ہیں؟ لہذا ہم آپ کے سامنے وہابی دیوبندیوں کے چند عقائد پیش کرتے ہیں جس سے آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ لوگ کیسے ہیں۔ مندرجہ ذیل عبارتیں اگر غلط ہیں تو آج ہی تمام وہابی دیوبندی علماء ان عبارات سے اپنی نسبات ظاہر کریں۔

(۱) اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
حوالہ۱ فتاوی رشیدیہ (ص 19 ج1 1363ھ میں رحیمیہ کتب خانہ دہلی کی اشاعت تحریر: رشید احمد گنگوہی)
حوالہ۲ تالیفات رشیدیہ (کتاب الفتاویٰ ص 98 ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور کی اشاعت میں تحریر: رشید احمد گنگوہی)
حوالہ۳ تذکرۃ الخلیل (ص 135 مکتبہ تاج مہر نگ پورہ، سیالکوٹ کی اشاعت تالیف محمد عاشق الٰہی تحریر خلیل انبیٹھوی)
حوالہ۴ الجہد المقل (ص 41 مکتبہ مدینہ اردو بازار لاہور شعبان 1409ھ کی اشاعت تحریر محمود حسن)
(۲) اللہ کو پہلے سے علم نہیں ہوتا کہ بندے کیا کریں گے جب بندے کرتے ہیں تو اللہ کو علم ہوتا ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
حوالہ: تفسیر بلغۃ الحیران (ص 157,158 حمایت اسلام پریس لاہور کی اشاعت تحریر: حسین علی دیوبندی)
(۳) شیطان اور ملک الموت کا علم حضور اکرم ﷺ سے زیادہ ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
حوالہ: براہین قاطعہ (ص 51 1365ھ میں محمد اسحاق مالک کتب خانہ رحیمیہ ضلع سہارنپور کی اشاعت تحریر خلیل انبیٹھوی)
(۴) اللہ کے نبی کو اپنے انجام اور دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
حوالہ: براہین قاطعہ (ص 51 1365ھ میں محمد اسحاق مالک کتب خانہ رحیمیہ ضلع سہارنپور کی اشاعت تحریر خلیل انبیٹھوی)
(۵) حضور اکرم ﷺ کو اللہ نے جیسا اور جتنا علم غیب عطا فرمایا ہے ویسا علم جانوروں، پاگلوں اور بچوں کو بھی حاصل ہے۔ (معاذ اللہ)
حوالہ: حفظ الایمان (ص 7 جون 1934ء میں شاہ جان محمد اللہ بخش کتب علوم مشرقی کشمیری بازار لاہور کی اشاعت تحریر: اشرف علی تھانوی)
(۶) نماز میں حضور اکرم ﷺ کی طرف خیال کا صرف ہونا بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے برا ہے۔ (معاذ اللہ)
حوالہ: صراط مستقیم (فارسی) (ص 86 1308ھ مجتبائی دہلی کی اشاعت تحریر: اسماعیل دہلوی)
حوالہ: صراط مستقیم (اردو) (ص 150 نومبر 1956ء ملک سراج الدین سنز لاہور کی اشاعت تحریر: اسماعیل دہلوی)
(۷) لفظ رحمۃ للعالمین رسول اللہ ﷺ کی صفت خاصہ نہیں۔ ان کے علاوہ بھی دیگر بزرگوں کو رحمۃ للعالمین کہہ سکتے ہیں۔ (معاذ اللہ)
حوالہ: فتاوی رشیدیہ (ص 12 ج2 1352ھ میں رحیمیہ کتب خانہ سنہری مسجد دہلی کی اشاعت برقی پریس دہلی تحریر: رشید احمد گنگوہی)
(۸) خاتم النبیین کا معنی آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے، علم والوں کے نزدیک یہ معنی درست نہیں۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
حوالہ: تحذیر الناس (ص 03 کتب خانہ قاسمی دیوبند کی اشاعت تحریر: مولوی قاسم نانوتوی)
(۹) حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے بعد بھی اگر کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
حوالہ: تحذیر الناس (ص 25 کتب خانہ قاسمی دیوبند کی اشاعت تحریر: مولوی قاسم نانوتوی)
(۱۰) حضور اکرم ﷺ کو دیوبند کے علماء کے تعلق سے اردو زبان آئی۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
حوالہ: براہین قاطعہ (ص 26 1365ھ میں محمد اسحاق مالک کتب خانہ رحیمیہ ضلع سہارنپور کی اشاعت تحریر خلیل انبیٹھوی)

(۱۱) نبی کی تعظیم صرف بڑے بھائی کی سی کرنی چاہیے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
حوالہ: تقویۃ الایمان (ص 58 فیض عام صدر بازار دہلی کی اشاعت تحریر اسماعیل دہلوی)
(۱۲) خدا چاہے تو محمد ﷺ کے برابر کروڑوں پیدا کر ڈالے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
حوالہ: تقویۃ الایمان (ص 16,30 فیض عام صدر بازار دہلی کی اشاعت تحریر اسماعیل دہلوی)
(۱۳) حضور اکرم ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
حوالہ: تقویۃ الایمان (ص 59 فیض عام صدر بازار دہلی کی اشاعت تحریر اسماعیل دہلوی)
(۱۴) نبی و رسول سب ناکارہ ہیں۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
حوالہ: تقویۃ الایمان (ص 29 فیض عام صدر بازار دہلی کی اشاعت تحریر اسماعیل دہلوی)
(۱۵) نبی کا ہر جھوٹ سے پاک اور معصوم ہونا ضروری نہیں۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
حوالہ: تصفیۃ العقائد (ص 25 سید مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند کی اشاعت تحریر قاسم نانوتوی)
(۱۶) نبی کی تعریف صرف بشر کی سی کرو بلکہ اس میں بھی اختصار (کمی) کرو۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
حوالہ: تقویۃ الایمان (ص 61,35 فیض عام صدر بازار دہلی کی اشاعت تحریر اسماعیل دہلوی)
(۱۷) بڑے یعنی نبی اور چھوٹے یعنی باقی سب بندے بے خبر اور نادان ہیں۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
حوالہ: تقویۃ الایمان (ص 3,24 فیض عام صدر بازار دہلی کی اشاعت تحریر اسماعیل دہلوی)
(۱۸) تمام مخلوق اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
حوالہ: تقویۃ الایمان (ص 14 فیض عام صدر بازار دہلی کی اشاعت تحریر اسماعیل دہلوی)
(۱۹) نبی کو طاغوت (شیطان) بولنا جائز ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
حوالہ: تفسیر بلغۃ الحیران (ص 43 حمایت اسلام پریس لاہور کی اشاعت تحریر: حسین علی دیوبندی)
(۲۰) گاؤں میں جیسا درجہ چودھری و زمیندار کا ہے ایسا درجہ امت میں نبی کا ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
حوالہ: تقویۃ الایمان (ص 61 فیض عام صدر بازار دہلی کی اشاعت تحریر اسماعیل دہلوی)

(۲۱) جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ نبی اور ولی کچھ نہیں کر سکتے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: تقویۃ الایمان (ص 41 فیض عام مصدر بازار دہلی کی اشاعت تحریر اسماعیل دہلوی)

(۲۲) حضور اکرم ﷺ بے حواس ہو گئے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: تقویۃ الایمان (ص 55 فیض عام مصدر بازار دہلی کی اشاعت تحریر اسماعیل دہلوی)

(۲۳) امتی بظاہر عمل میں نبی سے بڑھ جاتا ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: تحذیر الناس (ص 05 کتب خانہ قاسمی دیوبند کی اشاعت تحریر مولوی قاسم نانوتوی)

(۲۴) دیوبندی ملاں نے حضور اکرم ﷺ کو پل صراط سے گرنے سے بچا لیا۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: بلغۃ الحیران (ص 08 حمایت اسلام پریس لاہور کی اشاعت تحریر حسین علی دیوبندی)

(۲۵) لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ اور اللھم صل علی سیدنا و نبینا اشرف علی کہنے میں تسلی ہے، کوئی خرابی نہیں۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: رسالہ الامداد (ص 34،35 ماہ صفر المظفر 1336ھ میں امداد المطابع تھانہ بھون کی اشاعت تحریر اشرف علی تھانوی)

(۲۶) میلاد النبی منانا ایسا ہے جیسے ہندو اپنے کنہیا کا جنم دن مناتے ہیں۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: براہین قاطعہ (ص 148، 1365ھ میں محمد اسحاق مالک کتب خانہ رحیمیہ ضلع سہارنپور کی اشاعت تحریر خلیل انبیٹھوی)

(۲۷) جو خصوصیت نبی کریم ﷺ کی ہے وہی دجال کی ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: آب حیات (ص 169، 1355ھ 1936ء میں کتب خانہ قدیمی دہلی کی اشاعت تحریر قاسم نانوتوی)

(۲۸) رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: تقویۃ الایمان (ص 56 فیض عام مصدر بازار دہلی کی اشاعت تحریر اسماعیل دہلوی)

(۲۹) اللہ کو مانو اور اس کے سوا کسی کو نہ مانو۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: تقویۃ الایمان (ص 14 فیض عام مصدر بازار دہلی کی اشاعت تحریر اسماعیل دہلوی)

(۳۰) اللہ کے روبرو سب انبیاء، اولیاء ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: تقویۃ الایمان (ص 54 فیض عام مصدر بازار دہلی کی اشاعت تحریر اسماعیل دہلوی)

(۳۱) [illegible] درست ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: براہین قاطعہ (ص 03، 1365ھ میں محمد اسحاق مالک کتب خانہ رحیمیہ ضلع سہارنپور کی اشاعت تحریر خلیل انبیٹھوی)

(۳۲) [illegible] اللہ کی مخلوق اور بندہ جان کر وکیل اور سفارشی سمجھنے والا مدد کے لئے پکارنے والا نذر نیاز کرنے والا مسلمان اور کافر [illegible] دونوں برابر ہیں۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: تقویۃ الایمان (ص 27،07 فیض عام مصدر بازار دہلی کی اشاعت تحریر اسماعیل دہلوی)

(۳۳) [illegible] پڑھنا ناجائز ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: فضائل اعمال (ص 73،52 باب فضائل درود شریف مکتبہ رحمن کراچی کی اشاعت تحریر محمد زکریا کاندھلوی)

(۳۴) [illegible] کے ایک بزرگ (سید احمد رائے بریلوی) کو حضرت علی نے اپنے ہاتھ سے نہلایا اور حضرت فاطمہ نے (ان کو) [illegible] کپڑے پہنائے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: صراط مستقیم (فارسی) (ص 164، 1308ھ مجتبائی دہلی کی اشاعت تحریر اسماعیل دہلوی)

حوالہ: صراط مستقیم (اردو) (ص 280، نومبر 1956، مکتبہ سراج الدین منزل لاہور کی اشاعت تحریر اسماعیل دہلوی)

(۳۵) میلاد شریف، معراج شریف، عرس شریف، سوم، چہلم، فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب سب ناجائز، غلط بدعت اور کافروں ہندوؤں کا طریقہ ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: فتاویٰ رشیدیہ (ص 144،150 ج 2، 1352ھ میں رحیمیہ کتب خانہ سنہری مسجد دہلی کی اشاعت تحریر رشید احمد گنگوہی)

حوالہ: فتاویٰ رشیدیہ (ص 93،94 ج 3، 1351ھ میں رحیمیہ کتب خانہ سنہری مسجد دہلی کی اشاعت تحریر رشید احمد گنگوہی)

(۳۶) معروف زاغ کوا کھانا ثواب ہے (مگر شب برات کا حلوہ ناجائز ہے)۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: فتاویٰ رشیدیہ (ص 130 ج 2، 1352ھ میں رحیمیہ کتب خانہ سنہری مسجد دہلی کی اشاعت تحریر رشید احمد گنگوہی)

(۳۷) اللہ کے ولیوں کو اللہ کی مخلوق سمجھ کر بھی پکارنا شرک ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: تقویۃ الایمان (ص 07 فیض عام مصدر بازار دہلی کی اشاعت تحریر اسماعیل دہلوی)

(۳۸) نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا ناجائز ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: فتاویٰ (مفتی جمیل احمد تھانوی، جامعہ اشرفیہ لاہور)

(۳۹) ہندو کی ہولی دیوالی کا پرشاد وغیرہ جائز ہے (مگر فاتحہ نیاز کا تبرک ناجائز ہے)۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: فتاویٰ رشیدیہ (ص 123 ج 2، 1352ھ میں رحیمیہ کتب خانہ سنہری مسجد دہلی کی اشاعت تحریر رشید احمد گنگوہی)

(۴۰) ہندو (مشرک پلید) کی سودی روپے کی کمائی سے بنائی ہوئی پیاؤ (سبیل) کا پانی جائز ہے (مگر محرم کے مہینے میں سیدنا امام حسین کے ایصال ثواب کے لئے مسلمانوں کی حلال کی کمائی سے بنائی ہوئی سبیل وغیرہ کا پاک پانی حرام ہے)۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حوالہ: فتاویٰ رشیدیہ (ص 113،114 ج 3، 1351ھ میں رحیمیہ کتب خانہ سنہری مسجد دہلی کی اشاعت تحریر رشید احمد گنگوہی)

☆ (ج) سے مراد جلد نمبر ☆ (ص) سے مراد صفحہ نمبر ☆ (ھ) سے مراد ہجری سال ☆ (ء) سے مراد عیسوی سال